THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, June 14, 2010
(62th Session)
Volume VI No. 08
(Nos. 1-12)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran………………	1
2.	Leave of Absence ……………………………..	2
3.	Further discussion on the Finance Bill, 2010….	3-50

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume VI No. 08 | **SP. VI(08)/2010** 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, June 14, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at fifty minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

قُلِ ٱللَّهُمَّ فَاطِرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ عَٰلِمَ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ أَنتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِى مَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔
وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مَا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُۥ مَعَهُۥ لَٱفْتَدَوْا۟ بِهِۦ مِن سُوٓءِ ٱلْعَذَابِ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُم مِّنَ
ٱللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا۟ يَحْتَسِبُونَ۔ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّـَٔاتُ مَا كَسَبُوا۟ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ۔

ترجمہ: آپ عرض کیجیے: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والے، غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اُن (امور) کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور اگر ظالموں کو وہ سب کا سب (مال و متاع) میسر ہو جائے جو روئے زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اس کے برابر (اور بھی مل جائے) تو وہ اسے قیامت کے دن بُرے عذاب (سے نجات پانے) کے بدلے میں دے ڈالیں گے، اور اللہ کی طرف سے اُن کے لئے وہ (عذاب) ظاہر ہو گا جِس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔ اور اُن کے لئے وہ (سب) برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انہوں نے کما رکھی ہیں اور انہیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جِس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(سورۃ الزمر آیات 46 تا 48)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave Applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب عباس خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 14th June, 2010 تا اختتامِ حالیہ اجلاس ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سبینہ رؤف صاحبہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 10th June, 2010 تا 15th June, 2010 کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سیمیں صدیقی صاحبہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 11th June, 2010 تا 15th June, 2010 ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 3rd June, 2010 تا 5th, 9th and 11th June, 2010 اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تواریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب صابر علی بلوچ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 14th June, 2010 کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سردار نبیل احمد گبول صاحب وزیر مملکت برائے جہاز رانی و بندرگاہوں نے اطلاع دی ہے کہ ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 18th June, 2010 تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

سید حامد سعید کاظمی وزیر برائے مذہبی امور نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر جا رہے ہیں۔اس لیے مورخہ 23rd June, 2010 تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

Further discussion on the Finance Bill 2010

Mr. Chairman: We may now resume consideration of the following motion moved by Dr. Abdul Hafeez Shaikh, Minister for Finance, Revenue, Planning and Development, Economic Affairs and Statistics, on 5th June, 2010:–

> "That the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, 2010, containing the Annual Budget Statement, under Article 73 of the Constitution."

I now give floor to Senator Mashhadi to speak on the motion.

مشہدی صاحب! آپ بات کریں گے؟

Senator Col. (Retd) Syed Tahir Hussain Mashhadi: No sir, I am not well today.

جناب چیئرمین: پھر آپ کل بات کریں گے۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جی میں کل تقریر کروں گا۔

جناب چیئرمین: مولانا حیدری صاحب! بسم اللہ کریں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! پاکستان کے قومی بجٹ 11-2010 پر چند دنوں سے مسلسل بحث جاری ہے۔ بعض حضرات اس بجٹ کے فوائد، اچھائیاں اور خوبیاں بیان کر رہے ہیں جبکہ بعض حضرات اس کا تنقیدی جائزہ لے رہے ہیں۔ جناب والا! بنیادی طور پر بجٹ کسی بھی مملکت کی دو چیزوں کو زیادہ focus کرتا ہے، ایک یہ کہ ملک میں جو علاقے پسماندہ ہوتے ہیں ان کی ترقی کے لیے اسباب مہیا کرنا، ان کے لیے funds مختص کرنا تاکہ ملک کے وہ حصے، وہ علاقے باقی ملک کے برابر ہو سکیں۔ ان کو بھی وہ سہولتیں ملیں جو باقی ملک کے

علاقوں کو میسر ہیں۔ پاکستان کے بہت سارے ایسے علاقے ہیں جہاں صاف پانی میسر نہیں ہے، جہاں پر سڑک نہیں ہے، جہاں پر health کے مراکز نہیں ہیں، جہاں بجلی اور گیس کی فراہمی نہیں۔ ایسے بہت سارے علاقے ہیں جو اس بجٹ میں بھی نظر انداز کیے گئے ہیں۔ میرے اپنے علاقے میں چند تحصیل ہیڈ کوارٹرز ایسے ہیں جہاں آج تک بجلی نہیں پہنچی، جہاں آج تک پکی سڑک نہیں پہنچی، جہاں آج تک صاف پانی میسر نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ریاست اپنی ترجیحات میں صف اول کے طور پر، حرف اول کے طور پر، نکتہ اول کے طور پر اسے لیتی ہے جبکہ ہمارے بجٹ میں اس چیز کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ بلوچستان کی حالت میرے سامنے ہے۔ اپنی پارٹی کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے میں کہتا ہوں کہ سندھ میں، صوبہ خیبر پختون خوا میں، پنجاب میں بہت سارے ایسے علاقے ہیں جو انتہائی پسماندہ ہیں۔ تریسٹھ چونسٹھ سال گزرنے کے باوجود وہاں تک ابھی پکی سڑک نہیں پہنچی۔ میں پرسوں آزاد کشمیر جا رہا تھا جونہی پاکستان کا بارڈر کوہالہ کراس کر کے میں باغ کی طرف مڑا تو مجھے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے کچی سڑک کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب چیئرمین! آزاد کشمیر کی صورت حال بھی اسی طرح ہے۔ وہاں دوستوں سے میں کہہ رہا تھا کہ اگر سال میں دس کلومیٹر بھی یہاں پختہ سڑک بنتی تو تریسٹھ سال میں اس سارے علاقے کے لوگ پکی سڑک پر سفر کرتے مگر ایسی خطرناک سڑک جس کے بارے میں، میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ مجھے پتا نہیں تھا کہ مجھے آپ ایسی سڑک سے لے جائیں گے ورنہ میں اپنا وصیت نامہ گھر میں رکھ کر چلتا۔ یہ حالت ہے جناب عالی، اور اسی طرح بلوچستان کے دور دراز علاقوں میں جائیں سوائے مین شاہراہ کے جو کراچی سے کوئٹہ تک آر سی ڈی شاہراہ ہے، جو کسی حد تک پختہ سڑک ہے لیکن یہ بھی پچاس، ساٹھ کلومیٹر تک ٹوٹی ہوئی ہے اور پچھلے عرصے میں توقلات سے لے کر کوئٹہ تک اس سڑک کو ادھیڑ دیا گیا اور ابھی تک وہ سڑک مکمل نہیں ہوئی۔ جناب چیئرمین! یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ چھ سات سال گزرنے کے باوجود کھڈ پوجا سے لے کر مستونگ تک سڑک کی حالت بالکل خراب ہے اور متبادل سڑک پر بھی ٹھیکے داروں نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اس پر کبھی پانی کا چھڑکاؤ کر دیں یا کوئی گریڈر لگا کر اس کو ہموار کر دیں۔ اسی طرح چمن کی طرف بھی یہی صورت حال ہے۔ ژوب کی طرف جائیں گے تو دیکھیں گے کہ سڑکوں کی یہی صورت حال ہے۔ میں بجٹ کی کاپی پڑھ رہا تھا، یہ ساری on-going schemes ہیں۔ ہو سکتا ہے میری نظر سے نہ گزرا ہو لیکن ان کے لیے بھی کوئی مختص پیسا مجھے نظر نہیں آیا۔ اس لیے میں کہہ رہا تھا کہ دو چیزیں بجٹ میں کم از کم انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں پسماندہ علاقوں کو ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لانا، اس حوالے سے بجٹ میں جو کچھ ہے وہ ناکافی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ غربت کے خاتمے کے لیے کوئی حکمت عملی اختیار کرنا، یہاں یہ بات بھی کہی گئی کہ پاکستان میں پچاس فیصد لوگ ایسے بستے ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں لیکن میرے اپنے اعدادوشمار کے مطابق کم از کم پینتیس چھتیس فیصد لوگ ایسے ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میں جب بجٹ کا جائزہ لے رہا تھا تو مجھے اس حوالے سے بھی کوئی خاطر خواہ قدم نظر نہیں آیا۔ میں نے خود دیکھا ہے اور لوگ مجھے ملے ہیں جو بے چارے ایسے زندگی گزار رہے ہیں کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ میں ان کے وسائل دیکھ کر پریشان ہوتا ہوں کہ یہ لوگ کیسے زندہ رہتے ہیں۔ تھوڑے سے چاول ایک بڑے دیگچے میں ڈال کر ان کو جوش دے کر اور شوربہ بنا کر اپنے بچوں کو پلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہوتا ہے تو یقین کیجیے کہ ہاسپٹل کے سامنے تڑپ تڑپ کر وہ مر جاتے ہیں اور ان کے پاس دوائی خریدنے کی سکت نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ایسے لوگ میرے پاس خود آئے ہیں کہ کسی کو ٹی بی کی بیماری ہے، کوئی دل کا مریض ہے، کسی کو کوئی ایسی بیماری ہے تو وہ بےچارے آکر بتاتے ہیں کہ ان کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کے ہاں بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ مریض بےچارا وہاں پہنچے اور اس کا خاطرخواہ علاج ہو سکے کہ یہ اس کا واقعی مستحق ہے۔ غربت کے خاتمے کے لیے بھی اس بجٹ میں کوئی حکمت عملی سامنے نہیں آئی کہ اس غربت کا خاتمہ ہو سکے بلکہ سال بہ سال غربت میں اضافہ ہوتا جارہاہے اور ایسے لوگ جو بغیر دوائی کے تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ایسے لوگوں کے بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ یہ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے۔ ظاہر ہے کہ ان کی داخلے کی فیس بھی ہوتی ہے، ان کے لیے کتابیں بھی خریدنی ہوتی ہیں، ہاسٹل کا خرچہ بھی ہوتا ہے، ان کے لیے یونیفارم کا خرچہ بھی ہوتا ہے۔ حکومت کے زیر انتظام کہیں بھی کوئی ایسا تعلیمی ادارہ نہیں ہے جہاں یتیم اور غریب بچوں کی کفالت کر سکیں اور ان کو اچھی سے اچھی تعلیم بھی دلوا سکیں۔ جب ان بچوں کی تعلیم نہیں ہوگی تو پھر بےروزگاری کی وجہ سے وہ پانچ سو روپے بھی کسی ملک دشمن سے لے کر کہیں جا کر دھماکہ کرتے ہیں، کہیں کوئی خودکشی کا ارتکاب کرتا ہے، کہیں بم نصب کرتا ہے۔ جو کچھ بھی آج ہمارے ملک میں ہمارے دیکھنے میں آرہاہے اس میں یہ عنصر بھی شامل ہے کہ یہ غریب لڑکے یا جوان غربت کی وجہ سے کہیں کسی کے ہاتھ بکتے ہیں اور پھر ان کے لیے کام کرتے ہیں۔ اب یہاں پر بلیک واٹر آئی ہوئی ہے۔ اسی طرح بہت ساری ہمارے ملک کی دشمن قوتیں ہیں جن کا عمل دخل پاکستان میں ہے، وہ اسرائیل کی صورت میں ہے، امریکہ کی صورت میں ہے، بھارت کی صورت میں ہے۔ بہت سارے ایسے ممالک ہیں جن کے

ہتھے اس طرح کے لوگ چڑھ جاتے ہیں اور پھر اس طرح کی وارداتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیں بجٹ میں اس چیز کو focus کرنا چاہیے تھا کہ غریب بچوں کی تعلیم اور غربت کے خاتمے کے لیے اقدامات کرتے اور ملک میں صنعتوں کے جال بچھانے کی حکمت عملی طے ہوتی تاکہ غربت کے خاتمے کے لیے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کے لیے کوئی حکمت عملی ہوتی۔

جناب چیئرمین! تریسٹھ سال سے ہمارے ہاں سے ایڈہاک ازم نہیں جا رہا۔ وقتی طور پر مسائل کے حل کا فارمولا پیش کرتے ہیں، package کے ذریعے مسائل حل کرتے ہیں اور package کہیں ملتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔ کہیں مظاہرے ہوتے ہیں اور پھر کہیں جا کر ان کی بات مانی جاتی ہے۔ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ حکومت ایک ایسی حکمت عملی اختیار کرتی اور پورے ملک کا سروے کرواتی، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پورا ملک ان کے سامنے ہے۔ پسماندہ علاقے بھی ان کے سامنے ہیں اور جو تھوڑے بہت ترقی یافتہ علاقے ہیں وہ بھی ان کے سامنے ہیں۔ اگر کوئی ایسی حکمت عملی بنائی جاتی تو یہ ساری چیزیں رفتہ رفتہ ختم ہو جاتیں۔

اسی طرح ہمارے ملک کے سیاسی حالات سے پورا ملک اور بالخصوص بلوچستان متاثر ہو رہا ہے۔ بلوچستان نے ماضی میں بہت ظلم سہا ہے، اس نے بڑے مظالم برداشت کیے ہیں۔ بڑے بڑے قیمتی لیڈران سے بلوچستان محروم ہوا ہے۔ نواب نوروز خان سے لے کر نواب بگٹی تک دیکھ لیں، ایسی ایسی شخصیات کو پھانسیوں پر لٹکایا گیا، قتل کیا گیا جن کی قوم کو ضرورت تھی اور ایک معمولی بات پر ان کو غدار کہہ کر، ملک دشمن کہہ کر انتہائی سفاکانہ انداز سے انہیں شہید کیا گیا اور انہیں قتل کیا گیا۔ جناب چیئرمین! یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ایک قوم کا، ایک صوبے کا حل آپ نے صرف ڈنڈے، بندوق، بمباری اور قتل و غارت گری میں ڈھونڈا ہے تو آپ بتائیں کہ اس قوم اور صوبے کے لوگ کیا آپ کو پھر پھول پیش کریں گے۔ امن و عافیت کا جھنڈا لہرائیں گے۔ ان کا ردعمل کیا ہوگا۔ صوبہ خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقے یہ سب ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں اپنے ملک کے مفاد کے لئے سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے چاہیئں۔ ہم غیروں کی جنگ اپنے ملک میں منتقل کرکے غیروں کے کہنے پر اپنے لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ اپنے ملک کے لئے مشکل پیدا کر رہے ہیں۔ پرامن شہریوں کو قتل کر رہے ہیں اور سب کو کہہ رہے ہیں کہ یہ طالبان ہیں اور یہ وزیرستانی ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ ساری چیزیں ہمارے مستقبل کے لئے تباہ کن ہو سکتی ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ ناقابل بھروسہ دوست ہے جو کبھی اور کسی مشکل میں بھی کم از کم پاکستان کا ساتھ نہیں دیتا۔ پاکستان کے دشمنوں کا ساتھ ضرور دیا ہے لیکن پاکستان

کے ساتھ کبھی اس نے تعاون نہیں کیا۔ پتا نہیں کہ ہماری مجبوری کیا ہے اور ہماری مشکل کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ امریکہ سے تعلقات نہیں ہونے چاہیئں لیکن تعلقات برابری کی بنیاد پر ہونے چاہیئں جیسے دوسرے ممالک کے ساتھ ایک تعلق ہوتا ہے۔ امریکہ کے ساتھ بھی اس طرح کے تعلقات ہونے چاہیئیں۔ ہمارے جو پڑوسی ممالک ہیں ان سے بہتر تعلقات ہونے چاہیئں لیکن جھک کر، سیلوٹ کرکے، dictation لے کر اور do more پر عمل کرکے جو دوستی ہم نبھا رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ دوستی قومی حمیت اور قومی غیرت کے منافی ہے۔ جناب چیئرمین! drone حملے آپ کے ملک پر ہو رہے ہیں۔ جب چاہیں، جس وقت چاہیں کسی بھی بستی پر، کسی بھی علاقے پر وہ drone حملے کریں، 10، 20، 50 اور 100 لوگوں کو قتل کر دیں اور کہہ دیں کہ ہم نے دہشت گردوں کو مارا ہے۔ اب جہاں بھی جس کسی کو ماریں ان کے پاس کوئی اور الفاظ ہوتے ہی نہیں ہیں۔ شرم کے مارے کیا کہہ سکیں گے یا کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے نہتے اور معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کیا ہے۔ بلکہ وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے طالبان اور دہشت گردوں کو قتل کیا ہے۔

جناب چیئرمین! میں گزارش کر رہا تھا کہ ہمارے ملک کے بھی یہ حالات ہیں۔ بلوچستان کے حالات بھی درست کرنے ہوں گے۔ بلوچستان کے عوام کے زخموں پر مرہم رکھنے کی بات کی گئی لیکن اب تک نمک پاشی ہو رہی ہے۔ اس جمہوری حکومت اور عوام کی منتخب حکومت میں کم از کم بلوچستان کے ساتھ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ قبائلی علاقوں کے ساتھ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ جمہوری حکومتیں ہیں، جمہور نے منتخب کیا ہے لہذا جمہوری انداز سے بیٹھ کر ایک فیصلہ کریں ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ دو چیزیں ہیں جن کے لئے میں نے گزارش کی ہے کہ غربت کے خاتمے کے لئے کوئی اچھی حکمت عملی ہونی چاہیے اور پسماندہ علاقوں کو ترقی دینے کے لئے بھی کوئی اچھا اقدام ہونا چاہیے تاکہ پسماندہ علاقے کے لوگ بھی یہ محسوس کریں کہ ہم پاکستان کا حصہ ہیں اور پاکستان کے جغرافیہ میں ہم شامل ہیں اور ہماری ترقی کے اسباب بھی پیدا کئے جا رہے ہیں اور غربت کے خاتمے کے لئے بھی یہی میری چند گزارشات تھیں۔ Thank you جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ الیاس احمد بلور صاحب۔

Senator Ilyas Ahmed Bilour: Thank you very much Mr. Chairman.

سب سے پہلے تو میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں کچھ دن یہاں پر نہیں تھا اور آپ کی مہربانی کہ آپ نے میری چھٹی accept کی ہے۔ میں اس بجٹ پر دو تین باتیں کرنا چاہتا ہوں، آپ کا زیادہ time نہیں لوں گا۔ سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اس گورنمنٹ کا پہلا بجٹ نہیں ہے۔ چند دوستوں نے اس بجٹ کی مخالفت کی کہ ان کو confidence میں نہیں لیا گیا۔ Confidence میں ہمیں بھی نہیں لیا گیا لیکن الحمدللہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ استعفےٰ دینے والے کچھ لوگ ہوتے ہیں، کچھ پارٹیاں ہیں اور ہم ریکارڈ پر موجود ہیں۔ ہمارا PPP سے اتحاد ہوا تھا اور ہم نے اصولوں پر اتحاد کیا تھا اور خیبر پختونخوا میں PPP نے ہمارے ساتھ مل کر گورنمنٹ بنائی۔ جب انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو ہمارے سب وزراء استعفےٰ دے کر اپوزیشن میں بیٹھے رہے۔ استعفیٰ دینا اتنی آسان بات نہیں ہے کہ وزارتوں سے کوئی استعفیٰ دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا مسلم لیگ (ن) سے اتحاد تھا۔ مسلم لیگ (ن) نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم خیبر پختونخوا بنائیں گے۔ الحمدللہ ANP کو فخر ہے کہ جب وہ اپنے وعدے سے مکر گئے تو ہم نے اسی وقت حکومتیں چھوڑیں۔ کوئی bargaining ہم نے نہیں کی۔ ہم جا کر اپوزیشن میں بیٹھ گئے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ confidence میں لینا بھی ضروری ہے۔ یہ PPP کی اور ہماری مشترکہ گورنمنٹ ہے، اگر PPP کے دوست ہمیں تھوڑا سا confidence میں لے لیتے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ پارٹی کی لیڈرشپ کو یہ بتاتے کہ ایک دو آدمی دے دیں جو اکانومی کو سمجھتے ہیں تو ہم تھوڑی سی input دے سکتے تھے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ پہلا بجٹ PPP کا پڑھا گیا۔ وہ پڑھا نوید قمر صاحب نے۔ دوسرا بجٹ حنا ربانی کھر صاحبہ نے پڑھا۔ یہ تیسرا بجٹ یہ شیخ صاحب نے پڑھا ہے۔ میں پڑھنے کی بات اس لئے کر رہا ہوں کہ بجٹ تیار تو بیوروکریسی کرتی ہے۔ نوید قمر صاحب کا کوئی input نہیں تھا۔ اس میں اسحاق ڈار صاحب کی کچھ تھوڑی input تھی۔ حنا ربانی کھر چونکہ اس منسٹری میں رہی ہیں پہلے بھی اور ابھی بھی ہیں شاید ان کی input پچھلی دفعہ ہو یا اس دفعہ بھی ہو۔ تو یہ اعتراض کرنا کہ بجٹ میں ہمیں confidence میں نہیں لیا گیا اور یہ نہیں کیا گیا اور وہ نہیں کیا گیا، میں سمجھتا ہوں کہ جیسے پشتو میں کہتے ہیں کہ "اوبہ خڑاوی" یعنی پانی کو میلا کرتے ہیں۔ سب کا اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔ ہم نے کبھی black mailing کی ہے اور نہ کریں گے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر دو تین باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں منسٹر صاحب موجود ہیں۔ ایک ہی منسٹر صاحب ہیں اور Leader of the House بھی نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: Leader of the House پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: اچھا بیٹھے ہوئے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ سب سے پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے Prime Minister sahib نے چشمہ رائٹ بینک کنال کے متعلق خود announcement کی تھی اور اس کے لئے بہت سے پیسے ongoing scheme میں رکھے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ feasibility کے لئے رکھے گئے ہیں یا اس کے بعد دیں گے۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آتی۔ اگر یہ ہمیں Leader of the House جواب دے دیں یا شیخ صاحب اگر آئیں اور وہ جواب دے دیں تو مہربانی ہو گی کیونکہ جب وہاں پر Prime Minister sahib نے Chief Minister sahib سے پوچھا کہ آپ ایک پراجیکٹ دیں تو انہوں نے کہا کہ میں اور کوئی پراجیکٹ نہیں دوں گا۔ مجھے صرف چشمہ رائٹ بینک کینال چاہیے اور وہ ملک کے لئے بھی بہتر ہے۔ ہمارا جو پانی ہے پچھلے 40 سال سے وہ ضائع جا رہا ہے اور ہم اسے استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ ہم اپنا پانی استعمال کریں گے تو گندم میں بھی ہم خود کفیل ہو سکتے ہیں، گنا اور کپاس بھی ہو سکتی ہے۔ یہ باتیں تو ہوں گی۔ مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ جب شوکت عزیز صاحب Prime Minister تھے اور Finance Minister بھی تھے، اس ہاؤس میں چند ایسے دوست ہوں گے جو اس وقت بھی سینیٹر تھے، ان کو میں بار بار تقریروں میں کہتا بھی رہا۔ اس وقت Stock Exchange 17000 تک پہنچ چکی تھی۔ اس نے مشرف صاحب کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ this is the growth rate of our economy. The Stock Exchange has gone up to 17000. حالانکہ وہ completely artificial تھی۔ میں یہاں ہاؤس میں کہتا بھی رہا ہوں کہ جو پیسا باہر سے آ رہا تھا وہ صرف اس وقت Stock Exchange and property میں invest ہو رہا تھا۔ جب Stock Exchange گری اور لوگ آسانی سے پیسا لے گئے۔ اس وقت ہم کہتے تھے کہ یہ جو پیسا باہر سے آ رہا ہے اس سے اگر یہاں پر انڈسٹری لگ جائے تو unemployment بھی ختم ہو گی، industrialization ہو گی اور ملک کے لیے بہتر ہو گا۔ آج ملک negative production میں نہ ہوتا، positive ہوتا لیکن ہماری بات اس وقت کسی نے نہیں سنی۔ آج جو دوست اعتراض کرتے ہیں وہ اس وقت حکومت میں شامل تھے۔ Anyhow یہ تو اپنی اپنی بات ہے، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ stock exchange میں 2005 میں ایک بہت بڑا crisis آیا تھا جس میں غریب آدمی تباہ ہوئے تھے۔ 2005 کے crisis پر ہمارے SECP کے

چیئرمین نے فیصلہ لکھا، اس پر رپورٹ بنائی اس کو اس وقت کی حکومت نے عید کے دن چھٹی دے دی، اس کو نوکری سے نکال دیا۔ حکومت نے عید کے دن ان کو نوکری سے نکالا وہ بھی ہمارے خیبر پختونخوا، ہزارہ کے علاقے کے تھے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ملک صرف ان چیزوں پر نہیں چل سکتا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہمارے ساتھ پچھلی حکومتوں نے کیا کیا۔

جناب والا! اب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت پچھلی حکومت نے استعفیٰ دیا اس کے فوراً بعد prices of oil height پر گئیں اور اتنی height پر گئیں کہ 150 ڈالر پر پہنچ گئیں۔ جب 150 ڈالر پر پہنچی تو اس وقت caretaker حکومت تھی، محترمہ بے نظیر بھٹو کا حادثہ ہوا، ان کو شہید کیا گیا۔ پہلے نوے دن میں الیکشن ہونے تھے اس میں مزید پچاس دن کا اضافہ کیا گیا۔ Meanwhile جو بھی تیل خریدتے گئے، تیل صرف استعمال کے لیے نہیں خریدتے ہم اپنی بجلی کے لیے بھی خریدتے ہیں تو budget deficit وہیں سے disbalance ہوا اور اس وقت کی caretaker حکومت نے نقصان آگے pass on نہیں کیا اور نوٹ چھپواتے رہے اور جو نوٹ چھپواتے رہے، آج حکومت کو جو problem آرہا ہے وہ اسی وجہ سے آرہا ہے۔ Caretaker حکومت جو چار پانچ مہینے کی حکومت تھی اس میں ہمیں کافی نقصان ہوا ہے۔ جناب والا! آج چند لوگ کہتے ہیں کہ FBR میں پانچ سو بلین کا گھپلا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر FBR میں پانچ سو بلین کا گھپلا ہے، میرے پاس نیوز کے تراشے بھی ہیں، پانچ سو بلین اگر کوئی رشوت لیتا ہے تو رشوت دینے والا پچیس فیصد، تیس فیصد سے زیادہ نہیں دے گا 70 فیصد تو اپنے پاس بھی رکھے گا تو گھپلا تو پانچ سو بلین کا نہ ہوا، گھپلا تو کافی بڑا ہوا۔ اس کو tap کیا جائے۔ میں نے پہلے بھی ایک call attention notice دیا ہوا ہے۔ اس پر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس نیوز کے تراشے موجود ہیں۔ تین ہزار کنٹینرز ایساف کے لیے بک ہوئے تھے وہ پاکستان میں بکے ہیں۔ نیوز میں اس کی تفصیل ہے۔ میرے علم میں یہ بھی ہے کہ اس کی جو انکوائری کی گئی تھی وہ کسٹم انٹیلی جنس والوں نے کی تھی۔ وہ پاکستان میں بکے ہیں اور اس میں billions of rupees کا government exchequer loss بھی ہوا ہے اور ہماری local industry کی تباہی بھی ہوئی ہے۔ تین ہزار کنٹینرز کوئی معمولی بات نہیں ہے، میں نے اس پر call attention notice بھی دیا تھا لیکن وہ lapse ہو گیا۔ اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں ایک آدمی نے دو بلین کا، نام مجھے بھول رہا ہے، پچھلی حکومت میں دو بلین کا export refund لیا ہے which was announced to be a bogus refund. دو بلین کا bogus refund لیا، مال export کچھ

نہیں کیا اور bogus refund لے گیا۔ اس کا آج تک نہیں پتا کہ اس آدمی کو سزا ملی ہے یا نہیں ملی نہ یہ پتا ہے کہ اس میں کون کون سے افسران ملوث تھے، ان کو سزا ملی ہے یا نہیں ملی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔ یہ آج سے پانچ سال پہلے کی بات ہے کہ ایک آدمی دو بلین کا refund لے گیا، اس وقت کے دو بلین آج کتنے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو دیکھا جائے کہ اس آدمی کا کیا بنا، کیا وہ قید میں ہے؟ کیا اسے سزا ہوئی ہے یا نہیں ہوئی، مجھے کچھ معلوم نہیں اور نہ ان کا پتا چلتا ہے کہ ان کے ساتھ جو افسران ملوث تھے، جنہوں نے refund دیا ہے ان کو کیا سزا ملی ہے؟ کسی کا کوئی پتا نہیں ہے۔ نہ اخبار میں آیا ہے، نہ ہمیں اطلاع ملی ہے، نہ پتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ملک کے ساتھ بڑی زیادتی ہے کہ ایک آدمی اتنا بڑا فراڈ کرتا ہے، تین ہزار کنٹینرز گئے ہیں اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ دو بلین کا refund لے گیا اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔

جناب والا! اس بجٹ میں FBR والے ہمیں تھوڑا سا confidence میں لیتے۔ عوام پر 16% سے بڑھا کر 17% سیلز ٹیکس لگا کر ساڑھے سترہ کروڑ عوام کے لیے حکومت نے ایک روپے کلو گھی بڑھا دیا۔ میں تھوڑا سا بیمار تھا اور ٹی وی دیکھتا رہا discussion میں نے سنی، لوگ کہتے ہیں کہ ملوں نے بڑھا دیا۔ جس دن بجٹ announce ہوتا ہے اور جو increase ہوتی ہے ، اسی دن سے increase لگ جاتی ہے ۔ اس دن سے FBR کے لوگ چارج کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بجٹ پاس ہو یا نہ ہو increase اسی دن سے ہوتی ہے اگر relaxation ہوتی ہے تو وہ نہیں ملتی، یہ کرتے ہیں۔ ایک طرف تو ساڑھے سترہ کروڑ عوام پر سترہ فیصد سیلز ٹیکس لگا کر ریٹ بڑھا دیا، دوسری طرف سات یا آٹھ آدمیوں کے لیے انہوں نے ایک ہزار روپے crude oil پر ڈیوٹی کم کر دی۔ جناب والا! فنانس کمیٹی کے چیئرمین صاحب آئے ہیں، میں بیماری کی حالت میں بھی چیئرمین کمیٹی صاحب کے پاس آیا تھا ۔ چیئرمین صاحب کو میں نے proposal دی ہے اور میرے خیال میں وہ آج منظور ہو گئی ہو گی کہ یہ جو ڈیوٹی ان پر کم کی گئی ہے اس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں، عوام کو تو نقصان ہے وہ تو صرف سات آدمیوں کے لیے ہے، ان کی فیکٹریاں بھی ہیں، refineries بھی ہیں، ان کو فائدہ ملے گا۔ انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ یہ چیز ختم ہو گی۔

جناب والا! جہاں تک VAT کا تعلق ہے۔ VAT, IMF سے وعدے سے پہلے ہی ہماری کمیٹی میں تھا، ہمارے سینیٹ کی فنانس کمیٹی، الحمدللہ ہماری فنانس کمیٹی بڑی اچھی کمیٹی ہے، اس میں بزنس مین بھی ہیں اور ان چیزوں کو سمجھتے بھی ہیں۔ اگر سینیٹ کی فنانس کمیٹی سے تھوڑا سا input

لے لیا جاتا تو IMF سے وعدہ نہ کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنرل مشرف صاحب نے اپنے وقت میں یونیفارم میں آدمیوں کو بھیج کر GST لگانے کی کافی کوشش کی لیکن کوئی آدمی GST نہیں لگا سکا اور انہیں GST واپس لینا پڑا۔ VAT is second kind of GST تو I do not think the shopkeepers, business community do not want to come under net. اس کی دو وجوہات ہیں، صرف اس لیے نہیں آنا چاہتے کہ VAT لگا، VAT جتنا بھی لگا، اس کا ایک سسٹم ہے، اس کا audit ہوتا ہے وہ audit وغیرہ اتنا خطرناک ہے کہ business community برداشت نہیں کر سکتی۔ ہم تو documented لوگ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں اگر VAT لگانا ہی ہے تو اس کا ایک طریقہ ہے وہ میں بتا سکتا ہوں، دکانداروں کے ساتھ بیٹھ کر صلاح مشورے کے ساتھ، ہر علاقے، ہر شہر، ہر علاقے کی دکان کے مطابق ایک fix tax VAT کا کر دیا جائے کہ یہ تمہارا VAT ہے، اتنا تم دو گے۔ میرے خیال میں اتنی زیادہ دکانیں ہیں پاکستان میں اور ہماری recovery ہو سکتی ہے لیکن وہ سال کا fix tax ہو، مثلاً بڑی دکان ہے اس پر دس ہزار لگا دیں، ایک لاکھ لگا دیں، مل بیٹھ کر فیصلہ کریں، چھوٹی دکان ہے اس پر سو روپیہ لگا دیں، دو سو روپیہ لگا دیں، پانچ سو روپیہ لگا دیں لیکن documentation میں کوئی بھی نہیں آنا چاہتا، نہ آئے گا۔ ہماری حکومت کو اگر مشکلات ہوں گی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بھی مشکلات ہوں گی۔ مشکلات سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی اس کا راستہ نکالنا پڑے گا۔ میرے ذہن میں یہی راستہ آتا ہے کہ fix tax لگا دیا جائے۔ نواز شریف صاحب نے بھی اعلان کیا تھا کہ آپ فی دکان ایک ہزار روپے ٹیکس دے دیں تو آپ کا اکاونٹ کوئی نہیں دیکھے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر VAT کو اس طریقے سے لگایا جائے تو شاید دکاندار مان جائیں اور اس پر ہم کوشش بھی کر سکتے ہیں۔

جناب والا! دوسری عرض یہ ہے کہ اس وقت ملک کے جو economic حالات ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات کے مطابق، جو قیمتیں اس وقت بڑھی ہیں، سب سے بڑی غلطی ہماری حکومت کی ہے اور میں مانتا ہوں، I am partner with the Government اور یہ غلطی ہم لوگوں نے کی ہے کہ ہم نے ایک دم گندم کا ریٹ ساڑھے چار سو سے ساڑھے نو سو کیا ہے۔ Wheat is a main driver غریب لوگ گندم ہی کھاتے ہیں۔ غریب لوگوں کو تو نہ دال ملتی ہے، نہ گوشت ملتا ہے، گندم ہی کھاتے ہیں۔ گندم کا ریٹ اتنا بڑھایا گیا ہے، 860 روپے آڑھتی گندم بیچ رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ اس نے چھوٹے زمیندار سے 800 روپے یا ساڑھے سات سو روپے میں لی ہو گی۔ چھوٹے زمیندار کا تو یہ حال ہے، بڑے جاگیردار، ایم این اے، سینیٹرز اور ایم پی اے وغیرہ ہیں انہوں نے

حکومت کو دے دی ہوگی اور ریٹ 950 لے لیا ہوگا۔ چھوٹے زمیندار کو پیسا نہیں ملا یہ میں آپ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ نہ پچھلے سال ملا ہے اور نہ اس سال ملا ہے۔ آج میں آپ کو یہاں بیٹھ کر ٹیلیفون کرکے بتا دیتا ہوں کہ سب جگہ -/Rs.860 کے حساب سے گندم مل رہی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ -/Rs.860 میں ملتان کے علاقے میں بھی مل رہی ہے، ہمارے شاہ صاحب کے گاؤں میں بھی مل رہی ہے۔ اگر ملتان میں -/Rs.860 کے حساب سے مل رہی ہے تو جس آڑھتی نے خریدی ہے اس نے تو -/Rs.750 یا -/Rs.800 میں لی ہوگی کیونکہ -/Rs.40/-, Rs.50/- or Rs.60 کم از کم تو وہ بھی کمائے گا کیونکہ آج اسے گندم کو رکھے ہوئے بھی دو مہینے ہوگئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سی بڑی ہماری غلطی یہ تھی کہ ہم نے جو rate بڑھایا ہے یہ بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ آج جب آپ کو گندم export کرنی پڑے گی تو وہ آپ کو 200 dollar per ton کے rate پر کرنی پڑے گی۔ اس وقت ایک crisis تھا جس وقت ہماری previous Government نے 200 dollar کے حساب سے اپنی golden wheat export کی اور پھر 550 dollar کے حساب سے یوکراین کی third class wheat ہمارے عوام کو import کرکے کھلائی۔ ہم نے اس کے بارے میں ایک کمیٹی بنائی تھی اور حاجی غلام علی صاحب کو کہا تھا کہ اس پر ہمیں report لا کر دیں کہ اس کی quality کیسی تھی۔ وہ گندم کھانے کے قابل بھی نہیں تھی۔ اسی حکومت نے 200 dollar میں export کی تھی اور پھر اسی حکومت نے 550 dollar میں یوکراین سے گندم import کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری پچھلی حکومت کے جو چند فیصلے ہوئے ہیں وہ ہمیں آج تکلیف دے رہے ہیں۔ ہمارا balance بگڑا ہوا ہے اور اس کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت امریکہ میں %70 corporate sector دیوالیہ ہو چکا ہے۔ یہ میں دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ Greece دیوالیہ ہو گیا اور اس کو کھڑا کرنے کے لیے 110 billion dollar دیے گئے ہیں۔ اس وقت اٹلی بھی ڈانواں ڈول ہو رہا ہے۔ اٹلی جو اتنی بڑی economy ہے وہ بھی ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اور پولینڈ کا بھی برا حال ہونے والا ہے۔ یورپی یونین کے بڑے ممالک کہہ رہے ہیں کہ خدا کے لیے یہ کیا کیا۔ ان سارے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے، world crises دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ اچھا بجٹ نہیں پیش کیا جاسکتا تھا۔

IMF کی بات لوگ کرتے ہیں کہ IMF نے یہ کیا، وہ کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت کی چھوٹی سی بات ہوتی ہے تو ہمارے دوست اور anchors اسے اٹھاتے ہیں۔ بے شک

اٹھائیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہاں ہر طرح کی آزادی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جب Habib Bank privatize ہوا تو اس کی deal کہاں ہوئی؟ اس کی deal Paris میں ہوئی۔ کس نے کی؟ جنرل صاحب اور شوکت عزیز صاحب نے۔ KESC privatize ہوئی، KESC کو واپس لینا پڑے گا۔ جب KESC privatize ہوئی تو اس کی privatization میں بھی اتنا گھپلا ہے کہ ان کے پاس 40 billion کی machinery تھی جس کو انہوں نے چلانا تھا، انہوں نے اپنی طرف سے کوئی investment نہیں کی اور billions of rupees کے اس وقت وہ واپڈا کے مقروض ہیں لیکن وہ پیسے رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے جو ان کو cash handover کیا تھا وہ 40 billion کی machinery تھی جو running condition میں تھی، چلنے والی تھی، وہ ہم نے ان کو دی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ جو اتنے بڑے بڑے گھپلے ہوئے ہیں------

جناب چیئرمین: چلیں اب آپ conclude کر لیجیئے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: کہ اتنے بڑے بڑے گھپلے ہوئے ہیں، یہ جو KESC, Habib Bank, PTCL وغیرہ ہیں، ان کے متعلق کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کس طرح بکے ہیں؟ ان میں کتنا کچھ کھایا گیا اور کتنا کچھ ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ ہمارے دوستوں کو کیوں نظر نہیں آتا۔ یا تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چلو پرانی حکومت تھی جو اب چلی گئی ہے، چھوڑیں اس کو یا پرانی حکومت جرنیلوں کی تھی شاید وہ ان سے ڈرتے ہوں۔ حبیب بینک کی privatization کا تو مجھے اچھی طرح علم ہے کہ اس کی deal Paris میں ہوئی تھی۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی زاہد خان صاحب! کیا آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ اس وقت کرغزستان کا مسئلہ ہے، وہاں پر نسلی فسادات ہو رہے ہیں، وہاں ہمارے پاکستانی بچے یرغمال ہیں۔ 400 سے زیادہ بچے وہاں پر موجود ہیں جن میں سے ایک بچے کو شہید بھی کر دیا گیا ہے۔ اب جو بچے یرغمال ہیں ان کا بھی کوئی پتا نہیں چل رہا ہے تو حکومت یا کوئی وزیر صاحب اس بارے میں بتائیں کیونکہ اس وقت ان کے والدین جو پاکستان میں ہیں اور پوری پاکستانی قوم اس تشویش میں ہے۔ اس ایوان میں یہ

بات اس لیے لائی گئی ہے کہ پوری قوم تشویش کے عالم میں ہے اور یہ بتایا جائے کہ حکومت ان بچوں کے لیے کیا کر رہی ہے تاکہ ان کے والدین کو بھی تسلی ہو اور ایوان کی بھی تسلی ہو سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی نیر بخاری صاحب! اس کے بارے میں آپ کچھ روشنی ڈالیں گے؟ Or do you want to seek some instructions from the Foreign Office.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): میرے پاس اس وقت کوئی رپورٹ نہیں ہے۔ اگر ان کے علم میں کوئی بات ہے تو یہ بتا دیں۔ Otherwise I will have the report from Foreign Office.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں اس میں اضافہ کرنا چاہوں گا کہ فی الحقیقت یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے اور اس میں اگر حکومت کو اپنی special flight بھیجنی پڑے بچوں کو pick کرنے کے لیے تو Foreign Office کو Defence Ministry کو cooperate کرنا چاہیے اور ان بچوں کو بچانا بہت ضروری ہے کیونکہ وہاں کے حالات بڑے خراب ہو رہے ہیں۔ روس نے بھی فوج بھیجنے سے انکار کر دیا ہے اس لیے مجھے ڈر ہے کہ حالات اور زیادہ خراب نہ ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان (وفاقی وزیر برائے قانون، انصاف اور پارلیمانی امور): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ یہ جو issue raise کیا گیا ہے، اس کے بارے میں جونہی معلوم ہوا تو اعلیٰ سطح پر مشورہ کیا گیا اور آپس میں بھی مشورہ کیا گیا اور Foreign Minister sahib نے فوراً کرغزستان میں اور پھر جو international support مزید لی جا سکتی تھی وہ بھی لی اور اس میں انہوں نے کوئی دیر نہیں کی اور پیشرفت کی۔ بد قسمتی سے ایک پاکستانی student has lost his life اور باقی جتنے بھی دوست تھے ان سے فوری طور پر پاکستان کی Embassy نے cellular telephones کے ذریعے بھی رابطے کیے اور cellular telephones کے ذریعے جن کے رابطے نہیں تھے ان تک بھی رسائی حاصل کی and at the present moment what I can say is, according to the information available to me that they are all safe and the Government, of course, is already in the process of sending special

aircraft to bring them back to Pakistan but if any other information is required, I can talk to the Foreign Minister and I can talk to the Foreign Ministry. All the Government departments which are required to have liaison, they are, day and night, on it and there will be absolutely nothing unturned which will be left to ensure that all the Pakistanis in Kyrgyzstan are safe and sound *Insha Allah,* and we will ensure that.

اصل میں اس اعتبار سے بھی جو تعداد تھی طالب علموں کی وہ وہاں پر ان دنوں میں کم تھی کیونکہ وہاں پر چھٹیاں تھیں اور بہت سارے طالب علم پاکستان آئے ہوئے تھے سوائے ان کے جن کے وہاں پر امتحانات ہو رہے تھے۔ ظاہر ہے جس طرح سے کہا گیا وہ بالکل درست ہے کہ the law and order situation over there is in chaos but we are on it, sir, and any other assurance anybody wants, I can speak to the Foreign Minister and Foreign Office and can get back to the House.

جناب چیئرمین: جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: شکریہ، آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ اس موقع پر ان کی جان بچانے کے لیے کچھ بھی کیا جائے، غالباً 14/15 بچے hostage ہیں ان کی بازیابی کے لیے بھی اقدام کریں۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب کل صبح جب session انشاء اللہ ہو گا تو Foreign office سے اس سلسلے میں اور details لیں اور جو بھی emergent relief ان بچوں کو حکومت پاکستان دے سکتی ہے، فوراً دیا جائے تاکہ ان کی safety اور security ہو جائے۔ ٹھیک ہے۔ جی، عافیہ ضیاء صاحبہ۔

سینیٹر عافیہ ضیاء: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! دوسرے ممالک میں جب بجٹ کا موقع آتا ہے تو وہاں کے عوام اپنے مستقبل کے بارے میں پر امید ہوتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ اس بجٹ سے انہیں relief ملے گا، مراعات ملیں گی اور ان کی زندگی میں آسانیاں پیدا ہوں گی لیکن جناب! ہمارے ہاں اس سے الٹ معاملہ ہے۔ ہمارے ہاں جب بجٹ کی آمد ہوتی ہے تو لوگ پہلے ہی سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں

اور انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اب آنے والے بجٹ سے نہ جانے انہیں کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں کس قسم کے نئے taxes سے دو چار ہونا پڑے گا۔ جناب! چند سال قبل جب بجٹ پیش ہوتا تھا تو یہ خوف ہوتا تھا کہ بجٹ کے فوراً بعد مہنگائی ہو جائے گی لیکن آج کل حال یہ ہے کہ بجٹ سے پہلے ہی مہنگائی ہو جاتی ہے۔ بجٹ کے بعد بھی مہنگائی ہو جاتی ہے اور پورا سال ہم منی بجٹ دیکھتے رہتے ہیں ۔جناب چیئرمین! پاکستان میں آج تک کوئی ایسا بجٹ نہیں آیا جس سے عوام کی حالت میں بہتری پیدا ہوئی ہو۔ بجٹ کا خسارہ ہمیشہ غریب عوام ہی کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی ہم سب جانتے ہیں کہ یہ خسارہ عوام کی وجہ سے نہیں بلکہ حکومت کے اخراجات پورے کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اگر تو بجٹ کی تقریر میں وزیر خزانہ صاحب کہتے کہ یہ اخراجات اس لیے بڑھ رہے ہیں کہ حکومت عوام کو تعلیم کی مد میں، صحت یا روزگار کی مد میں، کوئی relief دینا چاہ رہی ہے تو اس صورت میں عوام مطمئن ہو سکتے تھے لیکن اگر حکومت اس لیے ٹیکس لگاتی ہے کہ اسے اپنے اخراجات پورے کرنے ہیں یا World Bank and IMF کا حکم ہے تو پھر یہ پاکستانی عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔

جناب وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں سب سے زیادہ زور مالیاتی باضابطگی اور مالی خود انحصاری پر دیا ہے اور یقیناً یہ خوش آئند بات ہے لیکن جناب! یہ خوش آئند تب ہو گی جب یہ لفظوں تک محدود نہ رہے اور اس پر عملی اقدامات کیے جائیں۔ جناب! ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم سب مل کر اپنے اس گھر پاکستان کو پوری ایمان داری اور خلوص نیت سے صحیح سمت پر ڈالیں اس کے لیے ہمیں سب سے پہلے یہ قدم اٹھانا ہو گا کہ جتنے بھی ہمارے شعبے ہیں، خواہ وہ سرکاری ہیں یا غیر سرکاری ہیں، ہمیں ان کے اندر جو مالی بدعنوانیاں ہو رہی ہیں ان پر قابو پانا ہو گا۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ بجٹ جو پہلے ہی خسارے کا بجٹ ہے اس میں حکومتی اخراجات میں کمی کی کوئی کوشش دکھائی نہیں دی گئی۔ اس بجٹ میں کہیں بھی تعیشات پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے۔ بڑی بڑی اور luxury گاڑیوں پر کوئی ٹیکس نہیں cosmetics پر کوئی ٹیکس نہیں اور taxes کے حوالے سے میں یہ بات ضرور کہنا چاہوں گی کہ جناب! یہ جتنے بھی taxes ہیں، خواہ وہ sales tax, income tax or excise tax یا ایک اور نئی مصیبت جو ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے VAT کی شکل میں، یہ سب کے سب مغرب کے متعارف کرائے ہوئے ہیں۔جناب! مغرب کی حکومتیں اگر یہ taxes اپنے عوام پر لگاتی ہیں تو کم از کم ان taxes سے وصول ہونے والی رقوم کو اپنے عوام کی

فلاح و بہبود پر خرچ کرتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ان کے عوام کو مفت تعلیم ، اور صحت کی بنیادی سہولتیں میسر ہوتی ہیں لیکن ہمارے ہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے مگر مغرب کے ان کے مالیاتی اداروں نے ہمیں ٹیکسوں میں الجھا کر رکھ دیا ہے اور ہمارے پاس ایک مکمل ٹیکسز کا جو نظام موجود تھا وہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔

جناب! اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو میں اس کا حوالہ دوں گی کہ ہمارے role model تو وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہمارے لیے role model بنا دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت 58لاکھ تیس ہزار مربع کلومیٹر کے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی اور وہ کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لیتے تھے کیونکہ ان کے زمانے میں وہی نظام رائج تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا یعنی عشر، خمس، زکوٰۃ کا ،اور یہ وہ زمانہ تھا کہ اس زمانے میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو بھوکا سو جائے یا کوئی محتاج ، لاوارث یا یتیم ایسا نہیں تھا جس کو بیت المال سے وظیفہ نہ ملتا ہو۔ اس زمانے میں زکوٰۃ دینے والے کروڑوں تھے اور لینے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور جو ہے وہ حضرت عمر بن خطاب کے دور کے 65 سال بعد کا دور ہے۔ اور ان کی جو حکومت تھی وہ ان سے کہیں زیادہ بڑے علاقے پر مشتمل تھی لیکن ان کے دور میں یہ حال تھا کہ لوگ عمال کے پاس صدقے کا مال تقسیم کرانے کے لیے جاتے تھے اور صدقہ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ جناب! وہ ہمیں اگر دور کی بات لگے تو میں برصغیر کا حوالہ بھی دوں گی کہ برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے پہلے تک وہی نظام رائج تھا جو خلافت کے دور میں تھا اور یہی وجہ تھی کہ برصغیر کے لوگ اپنے وقت کے خوشحال لوگ شمار کیے جاتے تھے۔

جناب! مسلمان تو اب بھی وہی ہیں، دین بھی وہی ہے اور ٹیکس اب بھی ان پر لاگو ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ حکمران تبدیل ہو گئے ہیں۔ ہمارے معاشی مسائل کا حل ان مغربی taxes میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر کوئی حل ہے تو وہ ہمارے اسی نظام میں ہے جو ہمیں ہمارے اسلام نے دیا ہے۔ بس کوئی لینے والا ہو جو 98% عوام کا خون نچوڑنے کی بجائے 2% جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے یہ لے سکے۔

جناب! اب میں بجٹ کی تجاویز دینا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں، میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جتنے اہم شعبوں کا جو بجٹ تھا اس کو بڑھایا نہیں گیا یا اس میں کمی کر دی گئی اور جن شعبوں کا بجٹ کم کرنا چاہیے تھا ان میں ہمیں اضافہ نظر آیا جیسے ایوان صدر کا ، ایوان وزیراعظم کا غیر ملکی دوروں اور بے

نظیر انکم سپورٹ کا بجٹ کئی گنا بڑھا دیا ہے ۔ جناب! سب سے پہلے میری تجویز یہ ہے کہ ایوان صدر اور وزیر اعظم ہاؤس کے اخراجات میں 50% کمی کی جائے ۔ جناب! جب ہم سنتے ہیں کہ ہمارے ملک کے صدر اور وزیر اعظم کے ماہانہ اخراجات اتنے ہیں تو یقین نہیں آتا ہے کہ یہ ایک غریب اور مقروض ملک کے حکمران ہیں ۔ اگر ہم دوسرے ممالک سے مقابلہ کریں تو اس وقت ہمارے صدر اور وزیر اعظم کے جتنے اخراجات ہیں ان کے مقابلے میں دوسرے ممالک کے صدر اور وزیر اعظم کے اخراجات بہت کم ہیں اور اگر relief کے معاملے میں دیکھیں تو ان کے عوام کو relief زیادہ حاصل ہے جبکہ ہمارے عوام کو کچھ بھی حاصل نہیں ہے ۔ جناب! میں نے کہا کہ ہم مقروض اور غریب ہیں، ہم ہرگز بھی مقروض نہ ہوتے، اگر ہم مقروض ہوئے ہیں تو صرف اپنے حکمرانوں کی وجہ سے، اور غریب ہم نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قدر قدرتی وسائل سے نوازا ہے کہ اگر ان کو ہم پوری ایمان داری سے بروئے کار لائیں تو انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ لینے والے نہیں بلکہ دینے والے بن جائیں گے لیکن جناب! ہمیں غریب بنا دیا گیا ہے۔ ہمارے ملک کے اندر چونکہ دولت کی منصفانہ تقسیم کا نظام نہیں ہے اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ 10 % لوگ تو امیر تر ہو گئے ہیں اور جو 90% لوگ ہیں وہ غربت کی لکیر سے نیچے آ گئے ہیں۔ پہلے ہم دیکھتے تھے کہ classes تھیں یہ upper class ہے یہ middle class یہ lower class ہے لیکن اب تو بس upper class اوپر چلی گئی ہے اور باقی ساری classes غربت کی لکیر سے نیچے آ گئی ہیں ۔

جناب! دوسری میری تجویز کرپشن کے بارے میں ہے ۔ جناب والا! انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صرف ہمارے ملک میں کرپشن زوروں پر ہے اور کرپشن کی روک تھام کے حوالے سے کام کرنے والے ایک بین الاقوامی ادارے Transparency International نے اپنی رپورٹ برائے سال 2009 میں واضح طور پر اس کی نشان دہی کی ہے اور وہ لکھتے ہیں ۔

Pakistan climbs 5 places to become 42nd most corrupt country in 2009. اور آگے لکھتے ہیں

> Pakistani needed immediate enforcement of good governance and a transparent administration to counter the acute problems, the billion of rupees corruption scams reported in the Pakistan Steel, TDAP, EOBI, PIA, Rental Power plants, KESC, NIC, NHA, OGDC, PSO, PEPCO,

CDA, DP Division, DHA,s THE NBP and many other organizations.

جناب ! اب ہمیں عملی قدم اٹھانا ہے۔ ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی ہے کہ ہمارے ملک سے کرپشن کی بیماری کو ختم کیا جا سکے اور اس ضمن میں، میں یہ کہوں گی کہ سخت قسم کی قانون سازی ہونی چاہیے تا کہ اس برائی کو جڑ سے ختم کیا جا سکے اور جیسے دیگر ممبران نے بارہا اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جن غیر ملکی بینکوں میں رقوم بھیجی ہوئی ہیں ان کو فوری طور پر واپس لایا جائے۔اس کے علاوہ جناب، ہمارے ملک نے یورپ اور امریکہ کے ساتھ معاہدے کیے ہوئے ہیں اور انسانی خون کے بدلے ہم ان سے امداد لیے جا رہے ہیں، اس سے انکار کیا جائے اور ان معاہدوں کو ختم کیا جائے۔اس کے علاوہ میں یہ بھی کہوں گی کہ بنیادی اشیائے صرف کی قیمتوں میں کم از کم تیس فیصد کمی کر کے انہیں تین سال تک کے لیے منجمد کر دیا جائے۔ ملازمین کی کم از کم تنخواہ دس ہزار روپے ماہانہ مقرر کی جائے۔ پینشنرز کی پینشن میں بہت کم اضافہ کیا گیا ہے۔ پندرہ فیصد اضافہ کچھ نہیں ہے۔ اگر ہم دیکھیں تو ان کی پینشن میں چند سو روپوں کا اضافہ ہوا ہے۔ مہنگائی تو سب کے لیے برابر ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ ان کی پینشن میں بھی تیس فیصد اضافہ ہونا چاہیے۔

جناب! ہماری تجویز تو یہ ہونی چاہیے کہ ملک میں انڈسٹری کو فروغ دیا جائے اور انڈسٹری کو مضبوط کیا جائے لیکن اس وقت ملک کے حالات اور بجلی کی قلت کے باعث ہمیں نظر یہ آرہا ہے کہ جیسے انڈسٹری بند ہونے جا رہی ہے۔ اس کے متبادل کے طور پر ہمیں چاہیے کہ ہم ٹیکنیکل سکولز کھولیں، جن میں ہم لوگوں کو ٹیکنیکل ٹریننگ دیں اور جب وہ اپنی ٹریننگ مکمل کر لیں تو ہم ان کو آسان قسطوں پر بلاسود قرضے فراہم کریں تا کہ وہ اپنا ذاتی کاروبار، کام شروع کر سکیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔

جناب! آخر میں، میں صحت اور تعلیم کا ذکر کروں گی۔ سب نے کہا اور میں بھی کہوں گی کہ صحت اور تعلیم کے بجٹ کو دگنا کر دینا چاہیے۔ میں یہ بات ضرور کہوں گی کہ خواہ ہم سو فیصد بجٹ کر دیں، جب تک ہمارے ملک میں ایک مؤثر چیک اینڈ بیلنس کا نظام نہیں ہو گا، جب تک ہمارے ملک سے کرپشن دور نہیں ہو گی اور جب تک ہمارے ملک میں فیصلے میرٹ پر نہیں ہوں گے، ہمارے حالات میں کوئی سدھار پیدا نہیں ہو سکتا۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بیگم نجمہ حمید صاحبہ۔

سینیٹر بیگم نجمہ حمید: شکریہ جناب چیئرمین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جتنی خوبصورتی سے انہوں نے بجٹ پڑھا ہے، کاش بجٹ بھی اتنا خوبصورت ہوتا لیکن اس میں ایک بہت اچھی بات ہے کہ انہوں نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے۔ بے شک وہ مہنگائی کے حساب سے تو کم ہی ہیں لیکن پھر بھی یہ بہت اچھا اقدام ہے۔ اس ایوان کی توجہ میں مختلف شعبوں کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔ جیسے تعلیم ہے۔ دنیا میں تعلیم پر جو ملک سب سے کم خرچ کر رہا ہے، وہ پاکستان ہے۔ یہ میں نہیں کہتی، سروے رپورٹ کہتی ہے۔ اخباروں میں یہ سروے رپورٹ آئی ہے۔ تعلیم یافتہ قومیں ترقی کرتی ہیں، جب کہ ہمارے تعلیمی بجٹ میں کٹوتی کر دی گئی ہے۔ تعلیم کے بجٹ میں کسی طرح کی بھی کٹوتی نہیں ہونی چاہیے تھی اور اس کے بجٹ کو بڑھانا چاہیے تھا، کم نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے ساتھ ہی صحت کا شعبہ آجاتا ہے۔ ہیلتھ کے بجٹ میں بھی کٹوتی کی گئی ہے۔ ہسپتالوں کی تعداد پاکستان میں بہت کم اور محدود ہے اور ان کے وسائل بالکل نہیں ہیں اور مریضوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہسپتالوں میں علاج کی اتنی سہولیات بھی نہیں ہیں، جتنی ہونی چاہئیں۔ ایجوکیشن اور ہیلتھ کے بجٹ کو کم نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ بڑھانا چاہیے تھا۔ تعلیم کے شعبے میں ہمارا جن ملکوں کے ساتھ مقابلہ ہے ان میں سے ایک ہمارا ہمسایہ ملک بھارت ہے۔ انہوں نے آئی ٹی اور سائنس و ٹیکنالوجی میں اتنی ترقی کی ہے، وہ صرف تعلیم کی وجہ سے ہے، ان کی صرف آئی ٹی کی ایکسپورٹ، ہماری کل ایکسپورٹ سے بہت زیادہ ہے۔ تعلیم اور ہیلتھ کے لیے اس بجٹ کو زیادہ بڑھانا چاہیے۔ ہائر ایجوکیشن کا لیٹر مجھے آج ہی ملا ہے کہ ان کے بجٹ میں بھی بائیس فیصد کمی کی گئی ہے۔ سترہ ارب روپیہ رکھا گیا تھا، جس سے وہ وظائف بھی دیتے تھے اور ایجوکیشن کے بہت بڑے پروگرام بھی ہوتے تھے، وہ بچوں کو باہر بھیجتے تھے۔ اس کا بجٹ تیس ارب روپے ہونا چاہیے تھا، جب کہ انہوں نے سات ارب روپے کی اور بھی کٹوتی کی ہے۔ یہ بہت غلط بات ہے۔ تعلیم میں ہم کیسے ترقی کریں گے اور لوگوں کو ہم صحت اور تندرستی کیسے دے سکیں گے۔ میں پرسوں اخبار میں پڑھ رہی تھی کہ بہت بااثر اور باحیثیت تین افراد علاج کے لیے باہر گئے ہیں، جن پر ڈیڑھ کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ ڈیڑھ کروڑ روپے کی یہاں پر ڈائیلائسز کی مشینیں لگا دیتے، جہاں غریب لوگوں کا ڈائیلائسز ہو جاتا اور جو لوگ گئے ہیں، وہ لوگوں کو باہر بھیج سکتے ہیں، ان کی اتنی حیثیت ہے۔ ماشاء اللہ وہ کوئی کم حیثیت والے نہیں ہیں، جن پر انہوں نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ یہ ختم کرے۔ اگر وہ باہر جانا افورڈ نہیں کر سکتا تو یہاں پر بہت سے پرائیویٹ ہسپتال ہیں۔ پرائیویٹ

ہسپتالوں پر ٹیکس لگایا جائے بلکہ ان کا ٹیکس دگنا کر دیا جائے اور وہ ٹیکس سرکاری ہسپتالوں پر خرچ کیا جائے اور وہاں کے مریضوں کو وہ مراعات مہیا کی جائیں جو پرائیویٹ ہسپتالوں میں میسر ہیں۔ اس سے میں سمجھتی ہیں کہ ہمیں فائدہ ہو گا۔ پرائیوٹ ہسپتال والے بہت کما رہے ہیں۔ ان پر ٹیکس عائد کرنا بہت ضروری ہے، اسے دگنا کیا جائے۔ باہر جو لوگ علاج کے لیے گئے ہیں، میں تو تین افراد کے بارے میں کہہ رہی ہوں، وہ بھی ہمارے ادھر کے ہی ہیں، جو کہتے ہیں کہ بجٹ بہت اچھا ہے، میں ان سے کہتی ہوں کہ وہ علاج کے لیے بھی پیسے لیتے ہیں اور بجٹ کو بھی اچھا کہتے ہیں، یہ بہت پیسے والے لوگ ہیں اور انہیں بجٹ واقعی اچھا لگا ہو گا۔ پیسے والے لوگوں کو بجٹ کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور انہیں بجٹ کا پتا بھی نہیں ہے کہ کتنا خرچ ہوتا ہے اور کتنی قیمتیں بڑھی ہیں۔ عام عوام یا متوسط گھرانے کے لوگوں سے پوچھا جائے۔ ایک طرف ہم تعلیم پر پیسے کم کرتے ہیں لیکن اپنی باقی ضروریات زندگی کو کم نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں چاہے ہم جاہل رہ جائیں لیکن ہمارا ''ٹور ٹپکہ'' ویسے ہی رہے اور ہمارے لائف سٹائل میں کمی نہ آئے۔ عافیہ صاحبہ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں۔ انہوں نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ صدر ہاؤس اور وزیر اعظم ہاؤس کے بجٹ کو بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں پہلے ہی بہت اخراجات ہو رہے ہیں اور ان میں کمی کرنے کی بجائے آپ نے انہیں بڑھایا ہے۔ عافیہ صاحبہ حضرت عمر فاروق کی بات کر رہی تھیں، حضرت عمر فاروق سے تو لوگوں نے ان کے کرتے کا حساب پوچھ لیا تھا اور انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ بیٹے آپ جواب دیں کہ اتنا بڑا کرتہ کیسے بن گیا؟ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں کہ حضرت عمر کا دور، واقعی وہ دور تھا کہ جہاں پر ایک کرتے کا بھی حساب ہوتا تھا اور بیٹے نے کہا تھا کہ میں نے اپنے کرتے کا کپڑا بھی ان کو دے دیا کیونکہ ان کے کرتے کی لمبائی زیادہ ہوتی ہے اور اس میں کپڑا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی مثالیں ہم دیتے ہیں اور ان لوگوں کی بات کرتے ہیں۔ مثالیں تو اتنی بڑی بڑی دیتے ہیں لیکن علاج باہر سے کرواتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے کہ قوم کو فائدہ پہنچائیں، ترقی دیں۔ خواتین، جوانوں اور ماحولیات، ان تینوں شعبوں میں آپ نے پھر پیسے کم کیے ہیں۔ وزیر خزانہ یہاں پر موجود نہیں ہیں، ورنہ میں ان سے پوچھتی کہ آپ ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں لیکن آپ ہر چیز میں کٹوتی کرتے جا رہے ہیں اور جہاں پر کٹوتی ہونی چاہیے، وہاں پر کٹوتی نہیں ہے لیکن وہ یہاں پر موجود ہی نہیں ہیں۔ صرف نیّر بخاری صاحب ہوتے ہیں، کبھی بھی کوئی منسٹر سینیٹ میں موجود نہیں ہوتا، میں کس سے پوچھ سکتی ہوں؟ میں چاہتی ہوں کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے ایک الاؤنس ہونا چاہیے۔ دہشت گردی کے لیے باہر کی ضرورت نہیں ہے، یہاں پر ماشاء اللہ

اتنی بیروز گاری ہے، لوگ اتنے بددل ہو چکے ہیں اور مایوسی کا شکار ہیں کہ دہشت گرد یہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ باہر سے حملہ کرتے ہیں۔ بہت سے نوجوان دہشت گرد ہیں۔ دہشت گرد خود ہمارے ملک میں بن رہے ہیں اور ان کے بنانے میں ہمارے پاکستانیوں کا اپنا ہاتھ بھی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اس میں زرعی ٹیکس لگنا چاہیے۔ زیادہ تر باتیں ہو چکی ہیں۔ سٹیل ملز، پی آئی اے اور اعلیٰ عہدوں پر جو چناؤ ہوتا ہے اور دوستیاں نبھائی جاتی ہیں، میرٹ پر ان کے فیصلے ہونے چاہئیں، چناؤ پر فیصلے نہیں ہونے چاہئیں۔ اگر فیصلے میرٹ پر ہوتے تو ہمارا ملک کہاں سے کہاں پہنچ جاتا۔ میرٹ کا نام ضرور لیا جاتا ہے لیکن ہم نے اس ملک میں میرٹ کی دھجیاں اڑتے دیکھی ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وزراء کی تنخواہوں میں دس فیصد کمی کی گئی ہے۔ یہ کریڈٹ بھی وزیر خزانہ صاحب نے لیا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ تعداد بھی کم کی گئی ہے۔ انہوں نے تعداد گیارہ فیصد بتائی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان ممبران کی تعداد برابر رکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزراء کی تعداد بھی کم کی گئی ہے جو کہ اب ممبران کی تعداد کے گیارہ فیصد کے برابر ہو گی لیکن دگنی تعداد ہے اور تین نئے وزراء بھی بنے ہیں۔ اس کے علاوہ ضمنی الیکشن لڑ کر آنے والے بھی قطار میں ہیں اور وہ بھی وزیر بن جائیں گے، یہ تو دگنی، تگنی تعداد بن جائے گی۔ Advisors کا کوئی حساب کتاب ہی نہیں ہے، ان کی مراعات کا بھی حساب کتاب نہیں ہے۔ ان کے خرچے اور تعداد کم کریں تو پھر لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے ورنہ ہم اس بجٹ سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ میں کہتی ہوں کہ زمیندار لاکھوں کے ٹھیکے دیتے ہیں اور ان کا پھل باہر جاتا ہے، ان پر بھی ٹیکس لگایا جائے۔ جن کی بہت بڑی property اور باغات ہیں اور وہ انہیں ٹھیکوں پر دیتے ہیں، ان کی آمدنی پر بھی ٹیکس لیا جائے۔ غریبوں کی تو تنخواہ سے بھی ٹیکس لے لیتے ہیں جب کہ بڑے بڑے لوگوں اور امیروں سے ٹیکس وصول ہی نہیں ہوتا۔ ٹیکس کھا گئے ہیں، دولت باہر لے گئے ہیں، ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں لیکن غریبوں کا حساب بہت لیتے ہیں۔

میں زیادہ باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن جناب چیئرمین! بجٹ پر بہت سی باتیں ہو چکی ہیں کیونکہ ہماری باری پہلے دن کی بجائے آخری دن آئی ہے اس لیے اپنی تقریر کو کاٹتے، کاٹتے میں تھوڑی سی تقریر کر رہی ہوں لیکن یہ ضرور کہوں گی

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطاں سے کوئی بھول ہوئی ہے

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: شکریہ۔

Mr. Chairman: Foreign Office report on Kyrgyzstan please.

سینیٹر سید نیّر حسین بخاری: جناب چیئرمین! شکریہ۔ آج زاہد خان صاحب اور پروفیسر خورشید صاحب نے point of order پر جو issue raise کیا۔ I have asked for the report from Foreign Office and they have given me a report. In fact It was ethnic problem over there ۔ 11 June کو Osh city میں یہ incident ہوا۔ between the Kyrgyz and the Uzbeks. اس میں جو کہا گیا ہے کہ اس کو slaughter کیا گیا ہے لیکن Foreign Office کی رپورٹ کے مطابق

it was not that incident. They have got the information from the concerned ministry in the Kyrgyzstan and the gentleman Mr. Ali Raza was unfortunately died in cross firing. 1200 students were over there. 600 were in Osh and 600 were in Bishkek. Almost they have two to three hundred students right now and about 269 have been shifted to the safer places. Today one flight is leaving for Kyrgyzstan with tents and blankets and by tomorrow when flight will return, 130 students will come back. Our Foreign Office is in touch with the Charge de Affairs. He was summoned to the office and he was shown the concern which the Pakistani community has over there and the concern which the people of Pakistan have. So, they were assured that they will be taken care of and safety of the students over there would be ensured and we hope so. By tomorrow 130 students will come back and by next flight most students could come back and the Pakistan's government is aware of all these things and taking all initiatives and all issues are in their knowledge and they are taking all efforts to bring those students back.

جناب چیئرمین: کل صبح latest position بتا دیجیے گا۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, this is the latest report by the Foreign Office.

جناب چیئرمین: بخاری صاحب، کل صبح بھی latest situation and position بتا دیجیے گا۔ مسز فرحت عباس صاحبہ۔

سینیٹر فرحت عباس: جناب چیئرمین! شکریہ۔ سب سے پہلے میں جناب عبدالحفیظ شیخ صاحب کو نئے مالی سال 11–2010 کا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ جناب چیئرمین اور معزز اراکین سینیٹ، اس بات سے سب ہی اتفاق کریں گے کہ آج پاکستان تاریخ کے نازک ترین حالات سے گزر رہا ہے۔ آج کا منتخب ایوان ایک بہت بڑے challenge سے نبرد آزما ہے۔ آج کا مؤرخ دیکھ رہا ہے کہ دہشت گردی، فرقہ واریت، لسانی جھگڑوں میں مبتلا، پانی، بجلی، ڈیموں کی قلت کا شکار، اندھیروں میں ڈوبا پاکستان، ذہنی اذیتوں کے شکار عوام، بے روزگار نوجوانوں کے ہجوم میں گھری سرزمین، قومی مسائل پر منتشر سوچیں رکھنے والی سیاسی قوتیں، بیرونی اور اندرونی دباؤ کے زیر اثر حکمران اور اپوزیشن کے قائدین اس وطن عزیز کو کیوں کر سنبھالا دے سکیں گے۔ آج کا مؤرخ حیرت زدہ ہے کہ اس ملک کے سیاستدانوں نے کس قدر بالغ نظری اور شعور کا مظاہرہ کر کے اس قومی سوچ کو جنم دیا۔ System کو آمریت کے گدھوں سے بچانے کے لیے کیسے اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ دہشت گردی سے لے کر بے روزگاری اور بجلی سے لے کر معاشی ترقی تک تمام سیاسی قوتوں کا یکجا ہو جانا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس کا credit جناب صدر آصف علی زرداری، وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی صاحب اور تمام سیاسی پارٹیوں کی قیادت کو جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہی وہ جملہ ہے جو آج کا مؤرخ رقم کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین! وطن عزیز کے معروضی حالات کے پیش نظر اس سے بہتر بجٹ پیش کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ معاشی ترقی کو دو سال میں 1.2% سے 4.1% تک لے جانے کا ہدف اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہم عوامی مسائل سے آگاہ ہیں۔ میں اس موقع پر Benazir Income Support Programme کے دائرہ کار کو بائیس لاکھ خاندانوں سے بڑھا کر ستر لاکھ خاندانوں تک پھیلانے پر ایوان کے توسط سے حکومت کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ ہماری پارٹی نے اس پروگرام کو اپنے کارکنوں تک محدود رکھنے کی بجائے ہر منتخب رکن اسمبلی کے ذریعے ملک کے کروڑوں عوام تک

پہنچانے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ پروگرام ہمارے سیاسی شعور اور اتحاد کا مظہر ہے۔ اس پروگرام میں وسیلہ حق، health insurance اور دیگر مراعات کا اعلان ایک نیک شگون ہے۔

جناب چیئرمین! بیت المال کا قیام بہت پہلے عمل میں آیا تھا۔ آمریت کے ادوار میں یہ سیاسی وفاداریوں کو بدلنے کے لیے استعمال ہوتا رہا لیکن گزشتہ دو سال میں اس ادارے کی کارکردگی مثالی رہی۔ IDPs کی امداد سے لے کر صحت کے جامع منصوبے تک اس ادارے نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ Hepatitis, open heart surgery, general surgery سے لے کر خصوصی لوگوں کے لیے wheel chairs اور مصنوعی اعضا کی تیاری کی۔ تقریباً 9 schemes سے لاکھوں مریضوں کی مدد کی۔ آج کا بیت المال یقیناً عوامی بیت المال ہے۔ جناب چیئرمین! نئے بجٹ میں بے روزگار نوجوانوں پر خصوصی توجہ دی گئی۔ سو روزہ بے روزگاری پروگرام ان گھرانوں کے لیے خوشی کی ایک نوید ہے جو بے روزگار نوجوان degree holders سے بھرے پڑے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پروگرام دہشت گردی کو control کرنے میں نہایت معاون ثابت ہو گا۔ اس کے علاوہ اٹھارہویں ترمیم، NFC Award کے بعد صوبوں کو خود مختار کرنے کے لیے جو ابتدا ہوئی ہے، انشاء اللہ وہ ایک اچھے مستقبل کا پیش خیمہ ثابت ہو گی اور صوبوں کی محرومی اور مایوسی دور ہو گی۔

جناب چیئرمین! ہم ایک مسائل زدہ ملک کا بجٹ پیش کر رہے ہیں جہاں سارے system کو کھوکھلا کر دیا گیا ہے۔ جب ملک میں آمریت کا دور دورہ تھا، جب قید اور کوڑے چل رہے تھے، جب محترمہ بینظیر بھٹو اور ان کی والدہ قید تنہائی کاٹ رہی تھیں، جب آصف علی زرداری جیل کی چکی میں قید تھے، اس وقت میڈیا اور عدلیہ کا کردار عوام کو بخوبی یاد ہے۔ جناب چیئرمین! ہم تنقید سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری حکومت غلطیاں نہیں کر سکتی لیکن ہم یہ کہنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ ''روم ایک دن میں نہیں بنا تھا''۔ ہمیں انتظار کرنا ہو گا اور تحمل کا مظاہرہ کرنا ہو گا، ہمیں مہم جوئی سے گریز کرنا ہو گا۔ ہمیں اس system کو بنانے اور چلانے کے لیے hard and fast کی بجائے grace marks دینے ہوں گے۔ میں ایک مرتبہ پھر تمام سیاسی قوتوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ وہ تمام اختلافات بالائے طاق رکھ کر صرف پاکستان بچاؤ کا ایجنڈا لے کر چل رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جمہوریت کی گاڑی اپنی پٹڑی پر چلتی رہی تو انشاء اللہ اگلے بجٹ خوب سے خوب تر ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ احمد علی، چیئرمین فنانس کمیٹی، ذرا بتائیے آپ کی کمیٹی کی کیا progress ہے اور کب تک report پیش کریں گے؟

سینیٹر احمد علی: آپ کا بہت شکریہ۔ اتنی زیادہ تھکن ہے، بہرحال کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ کام تو کرنا ہی پڑتا ہے، اس meeting کو 60 گھنٹے ہو چکے ہیں، اب لگتا ہے کہ ہم کل کچھ final points کو decide کریں گے اور اس کے بعد presentation پر آجائیں گے۔ میں آپ کو بڑی بڑی باتیں بتا دیتا ہوں سب سے اچھی یہ بات ہے کہ صرف 3 cut motions آئیں گی، 67 unanimous ہیں جو کمیٹی کی بڑی credibility ہے کہ ہم نے آپس میں مل جل کر ایک دوسرے کو accommodate کرتے ہوئے، ایک دوسرے کی پارٹی کے view point کو سمجھتے ہوئے اور accommodate کرتے ہوئے، ایک consensus build کر دیا ہے۔ اس کمیٹی کا ہمیشہ سے یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ اس نے consensus کی کوشش کی ہے۔ اب اتنا تو ہوتا ہے کہ ایک، دو points نہ مانے جائیں تو 2, 3 cut motions آنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے سب سے اچھی جو recommendation نظر آ رہی ہے، وہ یہ نظر آ رہی ہے کہ جب تنخواہ 50% بڑھاتے ہیں۔ تو پرانے retired pensioners ہیں، ان بے چاروں کو اسی جگہ پر کھڑا کیا ہوا ہے۔ ہم نے ان کے لیے سوچا اور ہم نے اس پر غور کیا اور کہا کہ نہیں، ان کو بھی 50% پر لے جانا چاہیئے 3 minimum ہے جو اس کو 5 پر دینا چاہیئے کیونکہ pensioners بھی ہمارے لوگ ہیں، ہمارے بزرگ لوگ ہیں، ان کو بالکل ignore کر دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ Salary بڑھنا بڑی اچھی بات ہے یہ دو، تین دنوں میں تجاویز آ رہی ہیں، میں really اس forum سے اس کمیٹی کے لوگوں کے patience کو سراہتا ہوں کیونکہ اس دفعہ کمال ہو گیا ہے کہ ہر Member نے آ کر meeting attend کی ہے اور اپنے view points دیئے ہیں۔ Thank you very much.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آپ کا بہت شکریہ۔ ظفر علی شاہ۔

سینیٹر ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ آپ نے مجھے بجٹ پر کچھ کہنے کا موقع دیا ہے، میں very short بات کروں گا، کوئی لمبی بات نہیں ہو گی۔ جناب چیئرمین! پیشتر اس کے کہ جو بجٹ پیش کیا ہے میں اس پر بات کروں----- اس پر بہت کچھ کہا گیا ہے، بڑی figures دکھائیں گئی ہیں million, billions اور بہت کچھ کہا گیا ہے، لکھنے والوں نے بھی اتنی بڑی بڑی

کتابیں لکھ کر ہمیں دے دی ہیں۔ جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے اس کے political angle کو لوں گا اور جناب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ وزیر خزانہ پاکستان نے بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کیا اور پھر ہماری سفارشات لینے کے لیے اس معزز House میں پیش کیا، اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو انہوں نے اپنی تقریر اور budget lay کرنے سے پہلے 10 ,6 یا 2 گھنٹے پہلے وزیر خزانہ کا حلف لیا۔ جناب چیئرمین! میں اندازہ لگا سکتا ہوں اور آپ مجھ سے بھی زیادہ اندازہ لگا سکتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے، مجھے ان کی expertise میں شک نہیں ہے، ان کی loyalties اندر یا باہر ہیں، مجھے اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے لیکن اتنے بڑے ملک کا بجٹ، اتنا بڑا بجٹ، اتنے غریب ملک کا بجٹ، خسارے کا بجٹ، 685 ارب روپے کے خسارے کا بجٹ، 85 ارب روپے کی taxation کا بجٹ ڈیڑھ گھنٹے میں کوئی انسانی دماغ تیار کر سکتا ہے نہ تیار ہوئے ہوئے کو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کو پیش کر سکتا ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ بجٹ کہاں بنا، کب بنا اور کب سے بننا شروع ہوا، اس کی مدت اور history کتنی ہے؟ جناب چیئرمین! میں بہت پیچھے نہیں جاتا لیکن یقیناً اگر اس بجٹ کے بننے کی history بہت دور نہیں ہے تو اس کی history کے تانے بانے IMF اور ان اداروں سے ملتے ہیں، جنہوں نے ہمیں Kerry Lugar Bill کے ذریعے 1.5 billion dollars دیئے اور اس کا ذکر بھی آچکا ہے، ان کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ ہم دیکھیں گے کہ پاکستان کے اس بجٹ کے اندر جو Kerry Lugar Bill کے ذریعے یہاں سے dollars گئے ہیں، وہ کس طرح، کب، کہاں اور کس انداز میں خرچ کئے جا رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر میں یہ کہوں کہ وزیر خزانہ کا عین at the eleventh hour enter ہونا۔۔۔ میں کسی اور کا نہیں کہہ سکتا لیکن میں اس بات پر بالکل clear ہوں کہ موصوف وزیر خزانہ نے پاکستان کے بجٹ اور پاکستان کے عوام کے interest کو watch کرنے کے لیے oath نہیں لیا۔ جناب چیئرمین! پرسوں کی بات ہے، ابھی 24 گھنٹے نہیں گزرے، میں record کی بات کر رہا ہوں، اسی سیکرٹری خزانہ نے برملا publicly یہ کہا اور صرف یہ کہا نہیں بلکہ پاکستان کے grade 22 کے سیکرٹری نے پاکستان کو threat کیا، دھمکی دی کہ پاکستان آگ سے کھیل رہا ہے، پاکستان کو بڑے خطرات درپیش ہیں۔ وہ کیوں؟ VAT جس کو میں very alarming tax کہتا ہوں، very alarming tax اس لیے ہے کیونکہ وہ جولائی میں آرہا ہے اور سیکرٹری خزانہ یہ کہہ رہا ہے کہ اگر پاکستان نے یہ very alarming tax impose نہ کیا، پاکستان کے عوام پر نہ لگایا اور tariff %6 پر اپریل سے retrospective effect سے نہ لگایا گیا۔۔۔۔

جناب چیئرمین: بلور صاحب! ذرا pleaseان کیspeech سنیں، کوئی بات نہیں ہے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! اس نے ڈرایا اور میں ڈر گیا کہ میرے ملک کا سیکرٹری خزانہ اس طرح پاکستان کے عوام کو ڈرا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ بہت عذاب میں پھنس جائیں گے تو جناب چیئرمین! میں اس کو بجٹ کیسے مانوں اور کیوں مانوں۔ جب موصوف قومی اسمبلی میں بجٹ تقریر کر رہے تھے اور یہ لکھی ہوئی بھی ہے اور یہ record کا حصہ بھی ہے اور بہت سارے معزز اراکین اس پر بات بھی کر چکے ہیں کہ جناب وزیر خزانہ نے اس سیکرٹری خزانہ سے بھی زیادہ خوفناک بات کی، at the eleventh hour oath لینے کے بعد جو انہوں نے اپنے ملک کی معاشی صورت حال کا نقشہ کھینچا، وہ ایک اور ڈراؤنا خواب تھا، شاید صحیح کھینچا ہو کیونکہ وہ expert ہیں، ہم تو معاشی معاملات میں اس لحاظ سے کمزور ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمیں past history بتاتی ہے کہ جس ملک کے معاشی حالات اس قدر خطرناک اور خوفناک صورت حال اختیار کر جائیں جس کا نقشہ وزیر خزانہ نے کھینچا ہے اور اگر آپ تھوڑا سا پیچھے چلے جائیں تو آپ کو دنیا کا بہت powerful ملک جس کو Russia کہتے ہیں جو کہ دنیا کی veto power بھی ہے، آج بھی ہے اور پہلے بھی تھا جو nuclear power بھی ہے اور آج بھی جس کے آدھی دنیا تک ادھر یا ادھر اثرات پائے جاتے ہیں، جناب چیئرمین! یہ record کی بات ہے کہ جب اس کا معاشی نظام درہم برہم ہوا تو وہ دھڑام سے گر گیا اور پتا نہیں کہ کتنے ملکوں نے جنم لے لیا۔ جناب چیئرمین! میں ان کی تقریر کی طرف جاؤں اور اپنے ملک کے معاشی حالات کی طرف جاؤں تو ایک خوف ہے جو واضح طور پر نظر آتا ہے۔ جناب چیئرمین! آگے چلیں، میں اس بجٹ کو کیسے کہوں کہ یہ بجٹ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار کسی حکومت کا، کسی ملک کا بجٹ ہے۔ قانون بھی یہ کہتا ہے، آئین بھی کہتا ہے اور practice بھی کہتی ہے کہ کوئی بھی قانون اس میں بجٹ بھی ہے اور Finance Bill بھی ہے، اس ملک کی جو sitting political power کی cabinet میں discuss ہوتا ہے اور pass ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ بھی record کی بات ہے کہ یہ بجٹ پاکستان کی حکومت اور پاکستان کی Cabinet کا pass کردہ بجٹ نہیں ہے۔ پاکستان کی حکومت کے حلیف اور اس کے وزراء Cabinet meeting سے اٹھ کر اس بجٹ کے خلاف باہر نکل جاتے ہیں اور جناب چیئرمین! وزیراعظم پاکستان کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جانے سے پہلے اپنے resigns بھی دے جائیں۔ جناب چیئرمین! جس Cabinet

کے آدھے Members ہی باہر چلے گئے، کیا اس بجٹ کو میں بجٹ کہوں؟ نہیں، یہ ایک piece of document تو ہو سکتا ہے، یہ چیتھڑا تو ہو سکتا ہے، یہ ایک کتابچہ تو ہو سکتا ہے لیکن آپ اس کو آئینی، قانونی اور اخلاقی طور پر بجٹ نہیں کہہ سکتے۔

نمبر دو یہ ہے کہ میں ایک دھڑے کی بات نہیں کر رہا، میں اپنے معزز اراکین JUI یا مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی بات نہیں کر رہا، ان کی جماعت کی بات نہیں کر رہا، دوسری جماعت کی طرف آئیں جو دوسرا wing ہے، وہ MQM کا ہے جنہوں نے اس بجٹ پر برملا عدم اعتماد بھی کیا ہے اور عدم اطمینان کا بھی اظہار کیا ہے۔ جناب چیئرمین! اس بجٹ کو پاکستان پیپلز پارٹی کے 125 اراکین قومی اسمبلی کا بجٹ تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اس کو sitting political power کا بجٹ نہیں کہہ سکتے، اس لیے اس کو ماننا دور کی بات ہے۔ یہاں پر اداروں کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا، یہاں پر ابھی حبیب بنک کے حوالے سے ذکر ہو رہا تھا، حبیب بنک کو 22 ارب روپے میں نیلام کر دیا گیا اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں، سابق وزیر خزانہ اسحاق ڈار صاحب کے حوالے سے کہوں گا کہ اس قدر اندھیر نگری ہے، اتنی بڑی ڈکیتی ہے کہ کوئی پوچھنے جاننے والا نہیں ہے، یہ تو free for all ہیں۔ اس بجٹ کے حوالے سے عرض کروں کہ پانچ پہلوان اس موجودہ مرکزی حکومت نے یکے بعد دیگرے اکھاڑے میں اتارے اور پانچوں کے پانچوں پہلوان چت ہو کر جاتے رہے، ان کے مقابلے میں پہلوان بھی کوئی نہیں تھا، اکھاڑا بھی ان کا اپنا، نالائقیاں بھی ان کی اپنی، چور بازاری بھی اپنی، corruption بھی اپنی اور بھاگنا بھی ان کا اپنا اور اب latest تشریف لائے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر agriculture tax کی بھی بہت بات کی گئی، جو نیا explanatory آیا ہے، میں اسے دیکھ رہا تھا کہ ٹیکسوں کی کیا صورتحال ہوتی ہے اور taxes کس کس مد میں کس کس طریقے سے ہیں۔ Tax Revenue کے بارے میں کہ tax revenue is two times, direct and indirect, direct taxes are comprised of income tax جو جو کماتے ہیں، ظاہر ہے جس کی income ہو گی وہ ٹیکس دے گا۔ اس سے آگے worker welfare tax یہاں بھی غریب worker ہے کہ اس کی کٹوتیاں ہوتی ہیں اور پھر آگے workers participation fund and capital value tax اور چونکہ agriculture سے کوئی income تو نہیں ہوتی اور otherwise agriculture کے حوالے سے یہ ہے کہ جب بازار میں ٹماٹر کے ریٹ بڑھتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ واقعی یہ agricultural ملک ہے اور ٹماٹر کے ریٹ کیا ہیں۔ ہمارے

ملک کا تمام بجٹ سسٹم، ہمارے ملک کے taxes, یہ سارے کے سارے بیرون ملک بنتے ہیں، اس میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ پاکستان کے تمام لوگ، پاکستانی کی تمام political parties, پاکستان کی تمام agencies, پاکستان کا media بار بار یہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ خود انحصاری کی طرف آ جائیں۔ میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ خودانحصاری کی طرف بھی نہیں آتے اور بھوکا بھی مارتے ہو اور ہماری انا کو بھی کچلتے ہو۔ خدارا کسی ایک طرف کھڑے ہو جاؤ، اگر آپ ہماری انا کو کچل کر، کشکول لے کر، امریکہ سے ڈالر لیتے ہیں تو اس میں common man کا بھی حصہ ڈالیں اور وہ common man آپ سے کچھ نہیں مانگتا، وہ صرف آٹا، دال، چینی، تیل اور گیس مانگتا ہے اور آپ وہ بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ IMF کی یہ شرائط ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ تو بہت بڑے وکیل ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ بچے جو ابھی پاکستان میں پیدا نہیں ہوئے، جنہوں نے دو سال، چار سال، پانچ سال یا دس سال بعد آنا ہے، وہ قرضے جن کے ذریعے آپ عیاشی کرتے ہیں، ہم سے مراد political power تو آنے والے بچے نے کیا قصور کیا ہے۔ اس نے آپ کا ادھار، آپ کا ڈالر اور آپ کی بیرونی امداد استعمال نہیں کی تو وہ کیوں ادا کرے گا۔ میں اسی لیے کہا کرتا ہوں کہ حکومتوں نے وتیرہ بنا لیا ہے، یہ rented governments ہیں کہ جو باہر سے آتی ہیں، چلتی ہیں، دو ماہ چلیں، اڑھائی ماہ چلیں۔ اس پر جتنا بھی عدم اعتماد کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ سینیٹ سے suggestion مانگی جاتی ہے تو پاکستان کی قومی اسمبلی کو، پاکستان کے منتخب 342 اراکین کو بشمول Leader of the House and Prime Minister of Pakistan چاہیے کہ اس بجٹ کو review کریں، اقتدار کے نشے میں جلدی نہ کریں، مہینے ڈیڑھ کے لیے interim budget قومی اسمبلی آپ کو دے دے گی، یہ ہاؤس دے دے گا لیکن خدارا اس کو review کریں۔ آپ کو جولائی اگست کا interim مل جائے گا لیکن اس کو review کریں اور پاکستان کے اندر review کریں، پاکستان کے دونوں Houses کی committees کی مشاورت سے کریں اور آپ نے یہ جو experts بنائے ہوئے ہیں، جن کے تانے بانے پتا نہیں کہاں ملتے ہیں اور کیسے ملتے ہیں، ان پر انحصار مت کریں۔ کوئی بات نہیں اگر آپ نے خسارے کا بجٹ دیا ہے اور اگر آئندہ بھی دینا ہے تو ہم خسارہ برداشت کر لیں گے۔ جناب چیئرمین! آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ پاکستان کی عوام بڑی پیاری ہے، بہت اچھے لوگ ہیں لیکن آپ ان کو اس طرح ذلیل کر کے نہ ماریں، آپ ان کے لیے ان کتابوں میں کچھ نہ رکھیں، ان کے لیے تو 85 ارب کا tax سامنے لے آئے ہیں اور اوپر سے آپ IMF کو یقین دہانیاں کراتے ہیں کہ ہم

جولائی میں یہ کر دیں گے اور آپ کے Secretaries ہمیں ڈرائیں کہ اگر یہ نہ ہوا تو پاکستان کے ساتھ یہ ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین ! آپ کی وساطت سے میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے درخواست کرتا ہوں بلکہ منت کرتا ہوں کہ اس بجٹ کو رد کر دیں، اسے consider بھی نہ کریں اور چلانے کے لیے interim بجٹ لیے آئیں اور بجٹ کو review کریں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی غلام علی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ بجٹ پر کافی اراکین کی آراء سامنے آچکی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج پاکستان بہت بڑے بحران سے گزر رہا ہے، ملک میں مشکلات ہیں۔ بجٹ پر کچھ کہنے سے پہلے یہ بات کہتا چلوں کہ اصول اور نظریات پر سیاست کرنے کی بنیاد JUI نے رکھی اور یہی وجہ تھی کہ اصول پر سب سے پہلے استعفیٰ مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ نے دیا۔

(اس موقع پر پریس کے اراکین پریس گیلری سے walk out کر گئے)

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! ذرا دیکھیے کیا بات ہے۔سیف اللہ صاحب، بگٹی صاحب اور شاہ صاحب کو بھی ساتھ لے جائیں۔ جی حاجی صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سینیٹر حاجی غلام علی: اسی طرح بلوچستان میں بھی ہم نے دو بار حکومت چھوڑی، جس میں ہمارے محترم عبدالغفور حیدری صاحب اس وقت صوبائی وزیر تھے۔ ہم نے ہمیشہ اصولوں کی سیاست کی، نظریات کی سیاست کی اور اسی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تا کہ اس ملک میں ایک پرامن معاشرے کی تشکیل ہو سکے، 17 کروڑ عوام کو ان کا حق مل سکے۔

جناب چیئرمین! آج ہم حکومت کے اتحادی ہیں اور ایک کشتی کے سوار ہیں۔ اگر اس میں سوراخ کرنے والے کا ہاتھ ہم نہ پکڑیں تو یہ پوری کشتی ڈوب جائے گی۔ ہم آج بھی یہ کہتے ہیں کہ Prime Minister House کا 428 million budget اور Presidency کا 427 million budget ہے، کیا قرضوں پر چلنے والے ملک کی حکومت کو یہ زیب دیتا ہے کہ ہم اتنی شاہ خرچیاں کریں؟ جب ہم عوام سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ سختی برداشت کریں تو پھر قانون کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے سختی ہم خود برداشت کریں اور اپنی شاہ خرچیاں کم کریں۔ میں صوبے کے حوالے سے بات کروں گا۔

ہمارے صوبے میں سب سے بڑا ہسپتال LRH ہے جس میں روزانہ تین ہزار سے زیادہ مریض OPD میں آتے ہیں۔ میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ تین ہزار غریب، لاچار مریض اس ہسپتال میں آتے ہیں کیا اس کا بجٹ بھی 427 million روپے ہے؟ اس لیے ہم حکومت کو یہ مشورہ دیں گے کہ ایک خوددار قوم کو بنانے میں حکومت سب سے پہلے World Bank and IMF سے نجات کا راستہ ڈھونڈے۔ اس کے ساتھ آگے بڑھنے کی بجائے ان خونخوار درندوں سے پیچھے ہٹنے کا سوچیں اور قوم کو ایک nation بنائیں۔ آج قوم کا اعتماد حکومتوں پر سے اٹھتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ ہم قوم کی بات نہیں کرتے اور جب ہم قوم کی بات نہیں کریں گے تو پھر لازمی بات ہے کہ ایوانوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے فیصلے عوام نہیں مانیں گے۔ اس ایوان میں یہ بات ہو رہی ہے کہ تعلیم اور صحت پر حکومت توجہ نہیں دے رہی ہے۔ تعلیم اور صحت پر اس لیے توجہ نہیں دی جا رہی ہے تا کہ یہ قوم پسماندہ رہے۔ اس لیے اس قوم کو پسماندہ رکھا جا رہا ہے کہ اگر اس قوم کو تعلیم دی گئی تو پھر یہ راجہ بازار میں آگ لگانے جیسے واقعات نہیں کرے گی۔ اگر کسی جگہ آگ لگ جائے اور فائر بریگیڈ پانچ منٹ میں نہ پہنچے تو یہ جذباتی قوم جلوس نکالتی ہے اور اس راستے پر جو گاڑیاں وغیرہ جاتی ہیں ان کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ ہم نے قوم کو یہ تعلیم دی ہے۔ اگر ہم اس کو حقیقی تعلیم دیں گے تو پھر یہ اس ملک کے حکمرانوں سے پوچھے گی کہ 427 million روپے میرے وزیراعظم ہاؤس کا خرچہ ہے تو پھر میرے LRH ہسپتال کا خرچہ اس سے دوگنا کیوں نہیں ہے۔ حکومت کے تعلیمی اداروں کی حالت زار دیکھ لیں دو کمرے کا اسکول ہے اور چار دیواری نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اگر اکیسویں صدی میں پاکستان میں، پاکستان کے حکمران ان کو تعلیمی ادارے کہیں تو میرے خیال میں یہ صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہوگا۔ دو کمرے بغیر چار دیواری کے، بغیر drinking water supply کے، بغیر بجلی کے ۔ اس طرح کے کمرے تو ہماری بھینسوں کے بھی نہیں ہوتے وہ بھی ان سے خوبصورت ہوتے ہیں جن میں ہم قوم کے بچوں کو، قوم کے معماروں کو تعلیم کے لیے بھیجتے ہیں۔ میں نے جب پہلے دن اس ایوان میں قدم رکھا تو یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے اور آج پھر وہی بات دہرانا چاہتا ہوں کہ اس غریب ملک کے، غریب قوم کے پیسوں پر اور قرضوں پر پلنے والی حکومت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اس طرح ایوان میں بیٹھ کر اجلاس کریں۔ ہمیں زیب دیتا ہے کہ جتنی ہماری بساط ہو اس طرح کے ایوان میں بیٹھ کر ہم قوم کے لیے بجٹ بنائیں تا کہ ہمیں احساس ہو۔

ہمارے ملک کے ایوان صدر کا پیدل چلنے والے شاید ایک مہینے میں بھی پورا طواف نہ کرسکیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم غریب ہیں؟ نہیں۔

جناب چیئرمین! ہمارے قریبی ملک کی Presidency کے اخراجات، ان کے وزراء کے اخراجات میرے خیال میں اس کی تمام کابینہ کے اخراجات ہمارے ایک وزیر کے اخراجات کے برابر ہیں۔ قومیں اس طرح نہیں بنتیں، قومیں اس طرح بنتی ہیں کہ سب سے پہلے قربانی حکمران دیں گے تو اس کے بعد قوم بھی قربانی دے گی لیکن حکمرانوں میں قربانی کا جذبہ نہیں ہے اور میں وزیر خزانہ کو ایک بات پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس نے سچ کہا ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اس نے کہا کہ اس ایوان میں بیٹھنے والے لوگ عوام کی نمائندگی نہیں کرتے اس لیے مہنگائی، بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس پر میں اس کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس نے قوم کو للکارا کہ انتخابات میں ان لوگوں کو منتخب کریں جو تمہاری بات کریں۔ اشرافیہ مخلوق کو منتخب نہ کریں یہ اس نے سچ بات کہی اور جناب چیئرمین صاحب! آج ایک جماعت نے اگر Presidency بنائی تو دوسرے نے آکر مغلیہ سلطنت کی یاد میں وزیراعظم سیکرٹریٹ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کا آج خرچ 427 million روپے ہے۔ یہ کس نے رکھا؟ اگر آپ ادھر جائیں تو افسر شاہی ہے، ادھر آئیں تو بھی افسر شاہی ہے۔

(اس موقع پر وزیراعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی صاحب ایوان میں تشریف لائے)

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر حاجی غلام علی: میں وزیراعظم پاکستان کو سینیٹ میں آنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہماری باتیں یہ بھی سنیں گے۔ جناب چیئرمین! آج اگر ایک جماعت نے Presidency کا سنگ بنیاد رکھا تو دوسرے نے وزیراعظم سیکرٹریٹ کا سنگ بنیاد رکھا جس پر 427 million روپیہ اس غریب قوم کا خرچ ہو رہا ہے اور خرچ بھی کیسے کہ ہم IMF سے سود پر قرضہ لے رہے ہیں۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ جو قومیں سود پر پیسے لیں، قرضوں پر پیسے لیں اور وہ ان سے اپنی شاہ خرچیاں کریں وہ کس طرح ترقی کرسکتی ہیں؟ جناب وزیراعظم صاحب کی خدمت میں ہماری یہ تجویز ہے کہ اخراجات کم کریں، اس حد تک اخراجات کم کیے جائیں کہ قوم کا moral بلند ہو، اس کا اعتماد بحال ہو اور وہ قربانی کے لیے تیار ہو۔ ہمیں نہیں چاہیے کہ تنخواہیں بڑھائیں، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم پنشن بڑھائیں، ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہم مہنگائی کو کم کریں۔ جب مہنگائی کم ہو گی تو لوگوں کی

قوت خرید میں خود بخود اضافہ ہوگا-آج ہم ایک ہاتھ سے ان کو پچاس فیصد زیادہ دیتے ہیں تو دوسرے ہاتھ سے ستر فیصد زیادہ وصول کر رہے ہیں- ان کی تنخواہیں بڑھی نہیں ہیں بلکہ بیس فیصد کم ہو گئی ہیں-مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے-لہٰذا میری تجویز یہ ہو گی کہ ایک تو اخراجات کم کیے جائیں اور VAT کے نفاذ سے گریز کیا جائے- پاکستان کی تاجر برادری اس کو کسی بھی صورت میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اور کوئی بھی غیرت مند پاکستانی IMF کے کہنے پر اس کی implementation کی اجازت کبھی بھی نہیں دے گا چاہے کچھ بھی ہو-

جناب چیئرمین! ہماری یہ تجویز ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں اکٹھی ہو رہی ہیں تاہم سیاسی جماعتوں کے اکابرین سے مشاورت کرنی ضروری ہے، کیا اتحادی حکومت کے ناتے کبھی بھی اتحادیوں سے اس بات پر مشاورت کی گئی کہ ہم IMF کی طرف جا رہے ہیں؟ کبھی بھی اس بات پر مشاورت کی گئی کہ ہم World Bank کی طرف جا رہے ہیں؟ جب اس طرح فیصلے ہوں گے تو پھر مشکلات بڑھیں گی- میری تجویز ہے کہ اخراجات کم کیے جائیں- ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں-

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ- تھہیم صاحب! آپ تقریر کرنا چاہیں گے؟ جی بسم اللہ-

سینیٹر عبدالرزاق- اے تھہیم (وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی): جناب چیئرمین! آپ کی مہربانی کہ مجھے time دیا- مجھے تقریر نہیں کرنی تھی لیکن ضرورت محسوس ہوئی- بجٹ پر چار پانچ روز میں بہت سی تقاریر ہوئیں- ہر پارٹی نے اپنا موقف بھی دیا ہے اور اعتراضات بھی کیے ہیں- میں فقط دو چار باتیں عرض کروں گا-

یہ اس حکومت کا تیسرا بجٹ ہے- ہماری پارٹی بھی coalition partner ہے مگر ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہے جو حکومت کے لیے problem پیدا کرے- اس وقت پاکستان جن حالات سے گزر رہا ہے، آپ دیکھیں terrorism ہے، کراچی کے حالات ہیں، پنجاب کے حالات ہیں تو ان باتوں کو بھی دیکھنا پڑتا ہے- کیا ہو رہا ہے؟ ہم فقط بجٹ پر آگئے ہیں، وہ بھی صحیح ہے، مہنگائی بھی ہے، حالات بھی ایسے ہیں- کیوں ہیں؟ کتنا خرچ ہمارا terrorism پر آرہا ہے، کتنی جانیں ضائع ہوئی ہیں، ہماری Armed Forces کے دو ہزار سے زیادہ لوگ شہید ہو چکے ہیں- ہمارے دوست ان باتوں پر بھی کوئی suggestion دیں کہ کیا ہونا چاہیے- یہ صحیح ہے کہ مہنگائی ہے، مہنگائی کیسے ہے، اس کا کیا علاج

ہے؟ حکومت نے اس کا پہلے مرحلے میں یہ علاج کیا ہے کہ government servants کو relief دیا ہے۔ پچاس فی صد relief کوئی چھوٹی بات نہیں ہے، میڈیکل الاؤنس میں اضافہ کیا ہے، یہ تمام چیزیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ان کو بھی کوئی relief دیا گیا ہے۔ پچیس ہزار ماہانہ تک کی آمدنی والوں کو انکم ٹیکس میں چھوٹ دی گئی ہے۔ ہمیں دونوں پہلو دیکھنے چاہییں کہ حکومت کیا کرے۔ فقط یہ proposal آرہی ہے کہ خرچ کم کیا جائے۔ بتائیں خرچ کیسے کم ہو، کون سی مد میں کم ہو؟ وزیروں پر تنقید کی جاتی ہے۔ جناب! وزیروں کے بارے میں کسی کو پتا بھی نہیں کہ ہمیں جو مراعات ملتی ہیں، وہ MNA اور سینیٹر سے بھی کم ہیں، Advisor سے بھی کم ہیں۔ اس کے باوجود بھی ہم نے 10% کمی کی ہے اپنی salaries میں۔ جو وزیر سرمایہ دار نہیں ہے، وہ کہاں جائے؟ اس لیے criticize کرنے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے۔ یہ جو ہمارے بھائی بیٹھے ہیں، ان کو business class کا ٹکٹ ملتا ہے، ان کو vouchers ملتے ہیں، ان کو tickets ملتی ہیں۔ وزیر بے چارے کو تو کچھ بھی نہیں ملتا۔ ہم ابھی بھی پچاس ہزار روپے پر ہیں جو کہ MP1 اور MP2 کو ملتے ہیں، پھر بھی ہم قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

میں دو چار باتیں عرض کروں گا تاکہ repetition نہ ہو۔ جناب والا! جو relief دیا گیا ہے، وہ تو آپ نے خود دیکھ لیا ہے۔ Law and order کا معاملہ ہمارے لیے important ہے۔ آپ بھی وکیل رہے ہیں، میں بھی وکیل رہا ہوں اور وکیل ہوں۔ جناب! conviction کا ratio nil ہے۔ سعودی عرب میں کیوں crime نہیں ہے، اس لیے کہ وہاں لوگوں کو پتا ہے کہ conviction ملے گی، کوئی چھوٹ نہیں جائے گا۔ یہاں پتا ہے کہ ہم چھوٹ جائیں گے۔ اسی لیے terrorists یا جو بھی ہیں، حکومت ratio بتائے کہ کتنی conviction ہورہی ہے؟ اتنی عدالتیں ہیں، کچھ بھی conviction نہیں ہے، اس کی وجوہات کیا ہیں؟ ہمارے لیے اہم معاملہ life and property کا ہے۔

جناب! میں عرض کروں، شاید کوئی ناراض بھی ہو، ایک دفعہ مجھے محترمہ بے نظیر شہید کے ساتھ ملاقات کا اعزاز حاصل ہوا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تہمیم صاحب، بات یہ ہے کہ ہماری حکومت میں چار پانچ جماعتیں coalition partners ہیں، ایک دن ایک روٹھ جاتی ہے تو دوسرے دن دوسری روٹھ جاتی ہے۔ میں ایک دن ایک کو کھانا کھلاتی ہوں تو دوسرے دن دوسری پارٹی کو۔ ابھی بھی یہی حالات ہیں یوسف رضا گیلانی کے ساتھ۔

ہماری پارٹی بطور coalition partner حکومت کو unconditionally support کررہی ہے۔ اگر ہم coalition میں نہیں ہوں گے تو اور بات ہے۔ ہماری بھی reservations ہیں۔

میں پرائم منسٹر صاحب سے عرض کر رہا ہوں کہ تھوڑی سی attention دیں، ہماری پارٹی کا موقف ہے، ہمیں بھی reservations ہیں۔ ہم چاہے Federal Minister ہیں، سندھ میں جاتے ہیں تو ڈپٹی کمشنر بھی نہیں آتا۔ ہمیں بھی بہت سی reservations ہیں مگر ہم نخرے نہیں کرتے، demand نہیں کرتے، روٹھ نہیں جاتے۔ میں وہی بات گیلانی صاحب کو یاد دلاتا ہوں کہ محترمہ نے کہا تھا کہ coalition کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ کبھی ایک روٹھ جاتا ہے اور کبھی دوسرا۔

میں عرض کروں گا کہ اس سے زیادہ اچھا بجٹ ان حالات میں کوئی بھی حکومت پیش نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی proposal ہے تو دیں۔ میں نے criticism سنی ہے، میں ابھی بھی سن رہا ہوں، میں مہنگائی کو appreciate بھی نہیں کرتا مگر اس کا نعم البدل بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ میرے ایک بھائی نے کہا کہ بھٹو صاحب نے پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت کا foundation stone lay کیا، اس کو پھانسی دی گئی، جس نے inaugurate کیا، جونیجو صاحب نے، اس کو گھر بھیج دیا گیا۔ یہ حالات کیا ہیں، ہم کیسے چل رہے ہیں؟

میں آخری بات عرض کروں گا کہ ہم اکٹھے مل کر ملک کو مضبوط کریں، حکومت کو مضبوط کریں۔ عام آدمی کو relief ملنا چاہیے، یہ demand ہے۔ Law and order کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ ہم تین بھائی ہیں، خیبر پختونخوا، سندھ اور بلوچستان۔ کالاباغ ڈیم کا معاملہ ختم ہو گیا تھا، اب پھر سے نیا شوشہ چھوڑا جا رہا ہے۔ جناب! پانی نہیں ہے، کوٹری سے نیچے پینے کا پانی نہیں ہے، ہم کیوں کالاباغ ڈیم کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہمیں پانی دو جتنے ڈیم آپ کی مرضی ہو بناؤ۔ اس لیے اس طرح کے شوشے جب حکومت problem میں ہے، نہیں چھوڑنے چاہییں۔ خدارا! بڑا بھائی چپ کرے اور ہماری مدد کرے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ثریا امیر الدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے تو میں وزیرِ خزانہ، جناب عبدالحفیظ شیخ صاحب کو مبارکباد دوں گی کہ انہوں نے حلف لیتے ہی بجٹ پیش کر دیا، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور بڑے اعزاز کی بات ہے، ہم سب کو اس پر فخر ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ وزیرِ خزانہ اس وقت تک رہیں جب

تک ہماری پارٹی کا tenure ہے۔ بار بار وزیرِ خزانہ بن جانے سے کار کردگی میں بڑا فرق آجاتا ہے اور کام نہیں ہو پاتے۔

اس نازک وقت میں جب پاکستان اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے، صوبہ خیبر پختونخوا حالتِ جنگ میں ہے، ہماری فوجیں پاکستان کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں، زلزلے آرہے ہیں، زلزلوں سے وہاں تباہی پھیلی ہوئی ہے، IDPs کا مسئلہ الگ رہا، صوبہ بلوچستان جل رہا ہے، وہاں آئے دن اغوا برائے تاوان، لاپتا افراد کا مسئلہ، غربت، بے روزگاری، جہالت، امن و امان کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ پنجاب میں دہشت گردی عام ہے، لوگوں کو مارا جا رہا ہے، مسجدوں میں گھس کر لوگوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے جو کھلی دہشت گردی ہے اور human rights کے سراسر خلاف ہے۔ اس صورتِ حال میں اس سے بہتر بجٹ پیش نہیں کیا جاسکتا جس کے لیے وزیرِ خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پیپلز پارٹی کی حکومت حالات کو بہتر کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، پیپلز پارٹی کی حکومت نے شروع کیا۔ گو کہ یہ ایک ہزار کی رقم ہے لیکن اس رقم سے بہت سی خواتین کا بھلا ہوا، خاندان میں خواتین کا وقار بلند ہوا۔ بلوچستان جیسے صوبے میں جہاں خواتین کا نام لینا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا، وہاں اب خواتین کے شناختی کارڈ بننا شروع ہوگئے ہیں اور ہزاروں لوگوں نے خواتین کے شناختی کارڈ بنا لیے ہیں۔

پاکستان میں ہزاروں خواتین Benazir Income Support Programme سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے Women Harassment Bill pass کیا، حقوق بلوچستان، NFC Award and 18th Amendment پیش کی گئی جو کہ بہت بڑے کارنامے ہیں۔ ہماری حکومت نے عدلیہ کو آزادی دلوائی۔ اس سے پہلے بلوچستان کے لیے کبھی کچھ نہیں کیا گیا، ہمارے صدر صاحب نے بلوچستان کا دورہ کر کے Wander and Jhal Magsi Dams کا افتتاح کیا اس کے علاوہ اور بھی ڈیم بنائے جا رہے ہیں تاکہ پاکستان میں پانی کی سہولت ہو سکے اور عوام کو پانی مل سکے۔

جنابِ والا! بجلی کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جب پیپلز پارٹی کو حکومت ملی تھی تو قومی خزانہ خالی تھا اور اس دور کے وزیرِ خزانہ صاحب ٹی وی پر آکر بار بار یہ کہتے تھے کہ قومی خزانہ بھرا ہوا ہے، عوام کو پریشان نہیں ہونا چاہیے لیکن جب وہ چلے گئے تو پتا چلا کہ خزانہ تو بالکل خالی تھا، ہم

لوگ دیوالیہ ہو چکے تھے۔ دو سال میں پیپلز پارٹی کو کبھی زلزلے، کبھی بلوچستان میں سیلاب، کبھی سمندری طوفان، کبھی دہشت گردی کا سامنا رہا، اس صورت حال میں ترقیاتی کام کم ہوئے۔ پاکستان میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ ہم خود اپنی خوراک پیدا کر سکتے ہیں۔ بجلی کا بحران ختم ہوتے ہی پانی آجائے گا اور ہمارا ملک سرسبز و شاداب ہو جائے گا۔ پاکستان کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس کے علاوہ ملک میں بنگلہ دیشی، بہاری اور دیگر قومیں آباد ہیں جن کی وجہ سے ہمارے حالات خراب ہیں۔ اگر ان تمام اقوام کو یہاں سے واپس بھیج دیا جائے اور صرف پاکستانی ہی پاکستان میں رہیں تو پاکستان کے حالات بہت بہتر ہو سکتے ہیں۔ ہماری حکومت نے ایک نیا صوبہ گلگت بلتستان بنایا، وہاں پر خاتون کو گورنر مقرر کیا گیا اور وہاں کی اسمبلی نے کام شروع کر دیا ہے۔ صوبوں کو خودمختاری دی گئی، صوبوں کو funds دیے گئے، سینیٹ میں خواتین کی تعداد بڑھائی گئی، خواتین کی ترقی کے لیے Women CAUCUS بنایا گیا۔ ہمارے صدر آصف علی زرداری صاحب دوسرے ممالک کا دورہ کر کے وہاں کے لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ تجارتی معاملات طے کریں۔ ہمارے وزیراعظم صاحب جب بھی دوسرے ممالک میں دوروں پر جاتے ہیں تو وہ بھی یہی بات کرتے ہیں کہ پاکستان سے تجارتی معاہدے کیے جائیں تاکہ پاکستان کی معیشت بحال ہو سکے۔

جناب والا! ہماری حکومت ہر ممکن کوشش کر رہی ہے کہ پاکستان کے حالات بہتر ہوں، صحت اور تعلیم عام ہو، بے روزگاری کا خاتمہ ہو سکے، ملک میں استحکام ہو۔ جیسا کہ میری بہن نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال ہوا کرتا تھا تو ان کے لیے میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ اس وقت بھی پیپلز پارٹی کی حکومت نے بیت المال بنایا ہے، جس کے چیئرمین جناب زمرد خان صاحب ہیں اور وہ غریب لوگوں کو وہیل چیئرز دیتے ہیں، غریب طالبعلموں کو فیس دیتے ہیں اور مالی امداد بھی دی جاتی ہے۔ محترمہ ثمینہ خالد گھُرکی اور محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ غریب لڑکیوں کو جہیز دیتی ہیں۔ وہ Benazir Income Support Programme کے لیے پورے ملک میں کام کر رہی ہیں جس سے ملک کی حالت بہت بہتر ہو گئی ہے۔ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے WAPDA, Pakistan Steel Mills اور PIA کو کارکردگی بہتر نہ بنانے کی صورت میں subsidy بند کرنے کا جو اشارہ دیا ہے، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ وزیر خزانہ صاحب نے تنخواہیں بڑھانے کا جو اعلان کیا ہے، یہ بھی بہت اچھا قدم ہے لیکن بہتر ہوتا اگر وہ غربت کے خاتمے کے لیے اور غریب لوگوں کے لیے بھی کچھ اعلانات کرتے تاکہ ہمارے غریب عوام خوش ہو جاتے۔ میں صدر آصف علی زرداری، وزیراعظم اور وزیر خزانہ

سے درخواست کروں گی کہ تعلیم کے بجٹ میں اضافہ کیا جائے تا کہ پاکستان میں تعلیم عام ہو۔ ہماری دعا ہے کہ ہماری حکومت ملک کے حالات پر جلد قابو پالے اور مزید ترقی ہو سکے۔ آخر میں، میں ایک شعر سنانا چاہوں گی کہ:

چھوڑا نہیں غیروں نے کوئی ناوکِ دشنام
چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرزِ ملامت
اس عشق، نہ اُس عشق پہ نادم ہے مگر دل
ہر داغ ہے، اس دل میں بجز داغِ ندامت

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی مولانا صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین! میں اس ایوان میں وزیراعظم صاحب کی تشریف آوری پر ان کا خیرمقدم کرتا ہوں اور یہی توقع رکھوں گا کہ وہ آئندہ بھی ہمارے ایوان میں تشریف لایا کریں گے۔ ان کی تشریف آوری بہت عرصے بعد ہو رہی ہے۔ دیر آید درست آید، آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے اور ہمارے ممبران کا مطالبہ بھی رہا ہے کہ محترم وزیراعظم صاحب ہمارے سینیٹ میں بھی تشریف لائیں، اسے بھی رونق بخشیں۔ میری گزارش ہو گی کہ آئندہ انشاءاللہ یہ سلسلہ جاری رہے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! Press Gallery سے صحافی حضرات walk out کر گئے تھے۔ آپ نے حکم فرمایا تھا، I along with the honourable Senators visited them and Minister of State for Information was already there, Minister of State for Production and Industries بھی موجود تھے۔ ان کے عہدیداران اور ان کے نمائندوں سے بات چیت ہوئی۔ ان کا issue یہ ہے کہ جو Atv ہیں، arrears کے ملازمین کے کچھ Pakistan Broadcasting Corporation autonomous ہے لیکن semi-government ہے، اس کے ملازمین کے بقایا جات ہیں، اس کے علاوہ کچھ Private Channels کے ملازمین کے چار، پانچ ماہ کے بقایا جات ہیں، ان کو تنخواہیں نہیں مل رہیں اور secondly ان کو ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے۔ یہ issue تھے، اس پر ہماری ان سے گفت و

شنید ہوئی، ہم نے ان سے کہا کہ یہ کسی کے چولہے جلنے کا معاملہ ہے، ان کے بال بچوں کی روٹی کا معاملہ ہے تو یہ serious معاملہ ہے کیونکہ PEMRA Law میں کچھ legal lacunas بھی ہیں اور انہیں بھی examine کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے وہاں پر یہ طے ہوا کہ the matter should be referred to the Standing Committee on Information and Broadcasting. They can invite the representatives of the journalists over there and certainly the owners of the Private Channels and that could be sorted out in the Standing Committee of Information and Broadcasting. Wage Award کا بھی معاملہ ہے یہ میری درخواست تھی کہ اگر آپ ان سارے معاملات کو Standing Committee کو refer کر دیں۔

Mr. Chairman: Let the matter be referred to the Standing Committee on Information and Broadcasting to look into the grievances of the journalists and take appropriate action according to the rules.

جی وزیر اعظم صاحب۔

سید یوسف رضا گیلانی (وزیر اعظم پاکستان): جناب چیئرمین! ابھی میرے ہوتے ہوئے ایک دو points take up ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ تھا کہ جیسا میرے colleagues نے کہا ہے کہ my presence in the Senate frequent ہونی چاہیے تو انشاءاللہ I will make sure کہ میں یہاں پر frequent آسکوں۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جہاں تک ہماری coalition government کے Minister for Local Government نے پاکستان مسلم لیگ (ف) کی طرف سے بات کی کہ وہ coalition partner ہیں اور ان کو بھی کچھ تحفظات ہو سکتے ہیں تو میں آپ کو on the floor of the House clear کرنا چاہ رہا ہوں کہ یہ ایک unique situation ہے، 2008 کے الیکشن میں absolute majority کسی پارٹی کو نہیں ملی اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے کی بھی عادت ڈالنی چاہیے، ایک ماحول create کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو founding fathers ہیں جنہوں نے آئین میں

اور یہاں instead of 217 ہے strength کی 342 MNAs کیں اور اس وقت amendments
پر سو سینیٹرز موجود ہیں۔ اگر آئین میں کوئی بھی amendment ہو گی تو that needs 2/3rd
majority of 442 members جو بہت ضروری ہے۔ یہ ہماری working relationship
ہے کہ absolute majority نہ ہونے کے باوجود بلکہ simple majority سے بھی کم ہونے کے
باوجود ہم coalition government کے ساتھ مل کر چل رہے ہیں اور مفاہمتی سیاست کو فروغ دے
رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں that is the key to our success, اور اگر تحفظات ہیں تو گھر میں
بھی تحفظات ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو تحفظات ہو سکتے ہیں۔ آپ Cabinet میں بیٹھیں گے تو وہاں بھی
Ministers of State کے Federal Ministers کے ساتھ تحفظات ہوں گے مگر میں یہ سمجھتا
ہوں کہ ہماری coalition government ان کے تحفظات کے باوجود ہم بہت عمدہ طریقے سے چلا
رہے ہیں اور ہم نے ان کے تحفظات کو دور کیا بھی ہے اور کرنا بھی چاہیے۔ ہمیں اس چیز کو نہیں سوچنا
چاہیے۔ اگر کوئی اختلاف رائے ہے تو وہ جمہوریت کی روح ہے۔

If you agree to disagree, it's democracy.

اور اس کے ساتھ ہی اگر آپ کے کوئی تحفظات ہیں، ہمارا تو آپ سے زیادہ claim ہے کیونکہ وہ ہمارے
بزرگوں کی جماعت ہے اس لیے ہم ان کے تحفظات بھی انشاء اللہ دور کریں گے۔ یہاں کچھ بجٹ کے
بارے میں بھی بات کی گئی، میں نہیں چاہتا کہ ابھی ان technicalities میں پڑوں۔ جب speech
wind up ہو گی تو اس میں آپ نے جو بھی آراء دی ہیں ان کو incorporate کیا جائے گا۔ میں
صرف single sentence میں کہہ سکتا ہوں کہ ان معروضی حالات میں، میں نہیں سمجھتا کہ اس سے
بہتر بجٹ ہو سکتا تھا۔ یہ ایک بہت مشکل اور گھمبیر مسئلہ ہے اور ہم کیوں چاہیں گے کہ ہم ایسا بجٹ
دیں جس سے عوام کو تکلیف ہو کیونکہ ہم تو عوام میں سے ہیں اور ہم نے پھر عوام میں جانا ہے اس لیے
ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو عوام کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ ہم پوری کوشش کریں
گے اور میری روزانہ Finance Minister سے بھی یہی بات ہوتی ہے کہ جو آپ کی رائے آ رہی ہے
اس کو مد نظر رکھتے ہوئے، آپ کی آراء کی روشنی میں ہم کوئی مثبت تبدیلی اگر لا سکتے ہیں جس سے عوام کو
فائدہ ہو سکے اور وہ اگر ہماری بساط میں ہوا تو ہم انشاء اللہ اس کو ضرور کریں گے۔

ایک بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کرغزستان میں جو ابھی ایک حادثہ ہوا ہے اور وہاں جو
حالات خراب ہوئے ہیں اس بارے میں، میں اپنا policy statement جلد ہی جاری کر رہا ہوں مگر

ہاؤس کو اعتماد میں لینے کے لیے بتا تا چلوں کہ وہاں ایک student کی bullet کی وجہ سے death ہوئی جس کا ہمیں بے حد افسوس ہے۔ میں نے Foreign Minister سے بھی بات کی ہے اور Foreign Office بھی ان سے in touch ہے۔ دوسرے بھی ہمارے وہاں students ہیں جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے ہم ان کی واپسی کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم نے ایک C-130 flight وہاں بھیجی ہے اور مزید بھی ہم کل پرسوں تک بھیج دیں گے تا کہ وہاں پر جتنے بھی students ہیں ہم ان کو واپس لے آئیں اور وہ بحفاظت واپس پہنچ جائیں۔ یہ ہماری ذمہ داری بھی ہے اور ہمیں ان کی families کا، ان کے والدین کا احساس ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ وہاں پر جو ہماری flights and crew جائے تو ہم نے ان کی security کو بھی مد نظر رکھنا ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ students ایک جگہ پر اکٹھے ہو جائیں۔ ہم وہاں کے حالات کے پیش نظر ان کے لیے امدادی facilities کے طور پر امداد بھی C-130 پر بھیج رہے ہیں اور ہم اپنے طور پر ان کی جو مدد کر سکتے ہیں وہ بھی کر رہے ہیں۔ اس لیے اس بارے میں، میں ہاؤس کو apprise کرنا چاہ رہا تھا کہ انشاءاللہ ہماری پوری کوشش ہے کہ ہم وہ dead body بھی واپس لائیں اور یہ بھی ہماری کوشش ہے کہ وہاں پر جتنے بھی students ہیں ان کو واپس لانے کے لیے جتنے بھی ہمارے اخراجات ہوں ہم ان سب کو C-130 کے ذریعے واپس لائیں گے۔

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم: Prime Minister Sahib میں نے تحفظات کی بات ایسے نہیں کی جیسے ہو رہی ہے۔ Our Party, Functional Muslim League fully support you and your government unconditionally. ہماری کوئی condition نہیں ہے اور نہ تھی چاہے آپ کا الیکشن ہو، چاہے President Sahib دو اڑھائی سال ہوئے ہیں میں as a head of the party represent کر رہا ہوں۔ ہم نے کبھی آپ کے لیے problem create کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ کریں گے بلکہ آپ کو support کریں گے۔

Mr. Chairman: Thank you, Prime Minister Sahib.

سید یوسف رضا گیلانی: Mr. Chairman, جو انہوں نے unconditional support کی بات کی ہے میں اس کی بے حد قدر کرتا ہوں اور میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی leadership کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: Prime Minister Sahib کچھ تحفظات تھے ہاؤس کے with regard to the Hajj Policy in the Hajj fares. جس پر ہم نے یہ matter concerned Standing Committee کو refer کر دیا تھا جنہوں نے اپنی recommendations دی ہیں اور پھر ہاؤس نے ان کو approve بھی کیا ہے۔ ہماری request ہو گی کہ Hajj fares کے بارے میں جو recommendations آئی ہیں specially Hajj fares کو آپ کی Cabinet and Ministry of Religious Affairs ذرا دیکھے تاکہ اس بارے میں لوگوں کے تحفظات دور ہو سکیں۔

سید یوسف رضا گیلانی: جناب چیئرمین! حج پالیسی کے بارے میں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت important issue ہے۔ اس کو ہم نے Cabinet میں دو مرتبہ discuss کیا اور پھر ہم نے Cabinet Committee بھی تشکیل دی PIA and other departments کے ساتھ negotiation کرنے کے لیے اور میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں کہ PSPM نے ازخود ان departments سے بات کر کے جو رقم cabinet میں بتائی وہ کم کروائی ہے اور ہماری کوشش ہو گی کہ ہم جتنا کم کروا سکیں، کروائیں جو ان کے لیے feasible ہو وہ ہم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب چیئرمین: Thank you, پیرزادہ صاحب! آپ بجٹ پر تقریر کرنا پسند فرمائیں گے ابھی؟ جی شروع کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب بہت مہربانی۔ آپ نے ایسے موقع پر مجھے تقریر کرنے کی اجازت دی کہ جب سربراہ مملکت یہاں تشریف فرما ہیں۔ بجٹ کے بارے میں بنیادی تقاریر جن کا تعلق زیادہ تر figures سے تھا، اس کو اتنا بڑھایا گیا، اس کو اتنا گھٹایا گیا، یہاں یہ ہونا چاہیے تھا، وہاں وہ ہونا چاہیے تھا، یہ سب تو تقریباً ہو گیا ہے۔ اگر میں دوبارہ وہی الفاظ دہراؤں گا تو میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہو گا لیکن صرف ایک point پر بات شروع کرنا چاہ رہا ہوں۔ Points تو میرے پاس بہت سارے ہیں، پوری کتاب بھری پڑی ہے لیکن جہاں سے میں شروع کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اکثر ساتھیوں نے اور ہماری جماعت نے، ہماری پارٹی نے، ہمارے Leader of the House نے یہاں بھی اور اسمبلی میں بھی یہ کہا کہ ہم کو اعتماد میں نہیں لیا گیا جبکہ قرآن کا یہ حکم ہے کہ وامرھم شوریٰ بینھم، اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کام بھی تم کرو وہ

آپس میں مشورے کے ساتھ کرو تو ہمارے ساتھ مشورہ نہیں کیا گیا۔ یہ تحفظ government تک پہنچ گیا ہے، آپ کے through پہنچ گیا ہے۔ میں اس میں تھوڑا سا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک سے بھی مشورہ نہیں لیا گیا۔ ہمارا ملک چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ یہ جمہوریت وہ نہیں ہے جس کو خدا کے منکرین نے بنایا ہے۔ ہمارے ہاں جمہوریت وہ جمہوریت ہے جس کا اسلام کے ساتھ چولی دامن کا تعلق ہے لہذا قران پاک سے اگر ہم بجٹ بنانے کے بارے میں کچھ پوچھ لیتے، حدیث رسول اللہ ﷺ سے بجٹ بنانے کے بارے میں ہم کچھ پوچھ لیتے، غریبوں کی جماعت سے بجٹ بنانے کے بارے میں ہم پوچھ لیتے تو آج اتنی لمبی لمبی اور اتنی بڑی بڑی تقاریر کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ آپ پندرہ منٹ میں unanimously یہاں سے بجٹ پاس کروا کے آگے پہنچا دیتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مال کی ذمہ داری، حکم کی ذمہ داری، حکومت کی ذمہ داری، نظام کی ذمہ داری، زمین کو سنبھالنے کی ذمہ داری اور مخلوق کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہم نے سب سے پہلے آسمان اور زمین کو پیش کی لیکن انہوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اللہ کو انکار کر دیا کہ یا اللہ! یہ ذمہ داری ہم نہیں لے سکتے۔ یہ جو ہمارے بھائی وزیر بنے ہوئے ہیں، بڑے خوش ہیں۔ انہیں پتا نہیں کہ وزارت ہوتی کیا ہے؟ وزات تو وزر سے ہوتی ہے اور وزر بوجھ کو کہتے ہیں اور بوجھ کا سنبھالنا، یہ جب آئمہ اور صحابہ پر ڈالا جاتا تھا تو وہ رونا شروع کر دیتے تھے، وہ گڑگڑانا شروع کر دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ بوجھ میں نہیں سنبھال سکتا، آپ واپس لے لیں میں اس کا قابل نہیں ہوں۔

بہر کیف اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ (عربی) یہ امانت، جس امانت کے ایک بڑے جز پر آج بات ہو رہی ہے، اس امانت کو ہم نے سمٰوات اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ (عربی) انہوں نے انکار کر دیا کہ اللہ ہم تیری امانت نہیں سنبھال سکتے۔ اور خوف میں پڑ گئیں زمینیں، آسمان اور سارے پہاڑ۔ (عربی) ہم پہلے پہنچ گئے۔ ہم نے کہا کہ یا اللہ ہم اٹھانے کو تیار ہیں یہ بوجھ۔ ہم نے یہ بوجھ اٹھایا۔ (عربی) جاہل تھا وہ، حقیقت سے ناآشنا تھا اور ایک بہت بڑا ظالم تھا جس نے اپنے اوپر یہ ظلم کر لیا۔ کیوں یہ ہوا؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (عربی) جو میری پیدا کردہ تمام مخلوقات کی امانت میں خیانت کرے گا اس کو ہم عذاب دیں گے اور یہ آگے بڑھ کر عذاب کا مستحق خود بخود بن گیا۔ اس لئے یہ ظالم بھی تھا اور جاہل بھی تھا۔ اور جو امانت کا حق صحیح ادا کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے گا اور مومنات کی بھی، عورتوں کا بھی ذکر ہے اس آیت میں۔ جو بھی توبہ کریں گے اور اس امانت کو استعمال کریں گے ان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کر کے ان کی مغفرت کر کے ان کو جنت میں جگہ دے گا۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ ساری آیتیں اور بجٹ کے تمام، جتنے points ہیں ان پر میں نے آیتیں اکھٹی کی ہیں لیکن یہ وقت نہیں ہے کیونکہ یہ ہماری جمہوری حکومت ہے۔ پھر آپ تھوڑی سی دیر میں بڑے پیار سے کہیں گے پیرزادہ صاحب! conclude کر دیجیے اور بیٹھ جائیں۔ بڑی مبارک سی بات ہے کہ ہمارا ملک جمہوریت کا ایک بے مثال شاہکار ہے۔ یہاں جمہوری صدر ہیں، جمہوری وزیر اعظم ہیں، جمہوری پارلیمنٹ، جمہوری سینیٹ، جمہوری صوبے، جمہوری بھوک ہڑتال، جمہوری ہنگامے، جمہوری احتجاج، جمہوری حملے، جمہوری موت، جمہوری لوڈ شیڈنگ، جمہوری مہنگائی، جمہوری کرپشن، جمہوری وعدے، جمہوری معاہدے، جمہوری میثاق، جمہوری قبضے، جمہوری غبن، جمہوری اتحاد، جمہوری coalition، جمہوری لاٹھی چارج، جمہوری missing persons، جمہوری السلام علیکم، جمہوری وعلیکم السلام، جمہوری مولوی، جمہوری مشائخ، جمہوری پیر، جمہوری عوام، جمہوری تاوان، جمہوری قومی حکومت بغیر قوم کے، اقتصادی ترقی بغیر اقتصاد کے، واپڈا بغیر بجلی کے، ممبرز اور مشیر بغیر ڈگری کے اور 18 کروڑ عوام کا یہ ٹارچر سیل بنا ہوا سارا جمہور ہی ایسا ہے کہ جمہوری وزیروں کے اور جمہوری جماعتوں کے ہاتھ میں یہ ملک بچہ جمہورا بن گیا ہے۔

(اس موقع پر اراکین نے ڈیسک بجائے)

کیوں بدنام کرتے ہو جمہوریت کو۔ حکومت بھی ہوش کرے اور اپنا مقام بنائے۔ اتنا بڑا خاندانی وزیر اعظم، اتنا ماہر ہمارا صدر اور یہ پیچھے بیٹھے ہوئے اتنے بڑے بڑے آدمی، آئیں میدان میں اور کام کرکے دکھائیں۔ اس coalition نے بیڑا غرق کیا کہ ہر آدمی ہاتھ پھیر کر وزارتیں لینے پہنچ جاتا ہے، ہاتھ پھیر کر سفارشیں لینے پہنچ جاتا ہے، ہاتھ پھیر کر ایکڑ زمینوں کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ پھیر پھیر کے زرداری صاحب تو تھک گئے ہوں گے لینے والا تو ابھی تک کوئی نہیں تھکا ہے۔ کب تک دو گے ہم تو مانگتے رہیں گے۔ یہ تو مجھے بتا دو کہ کتنا پیسہ ہے وہ شادی میں جو بھانڈ آتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ روپے دے دو۔ جس کا بس چلتا ہے وہ کہتا ہے کہ دو لاکھ لے لو۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تین لاکھ لیتے ہیں۔ یہ بات پندرہ لاکھ تک پہنچتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ دوگے اتنے پیسے کہاں سے۔ دوسرا کہتا ہے کہ تم لو گے کہاں سے۔ ایسے گزارے ہو رہے ہیں اور بڑے بڑے ذہین لوگوں کو ایک طرف دیوار سے لگا کر، بے کار لوگوں کو ساتھ لگا کر آج حکومت اور یہ دھرتی بھیک مانگ رہی ہے سیکرٹریوں کی کہ محکموں کو ایسے سیکرٹری نہیں مل رہے جو محکموں کو چلا سکیں۔ اگر آج روس اور چین گزارہ کر رہا ہے اتنی عوام ہونے کے باوجود اور اتنا عدد ہونے کے باوجود تو وہ اس لئے کر رہا ہے کہ اگر ریل گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ ماسکو دیر سے پہنچتی

ہے تو ڈرائیور کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا۔ اس لئے وہ ملک چل رہے ہیں۔ آج آپ کے اور ہمارے ہی بچے ہیں، ہمارے ہی بھائی ہیں، ہمارے ہی بزرگ ہیں، کہاں کہاں، کن کن ملکوں میں، کیسی کیسی سیر گاہوں میں سیر کر رہے ہیں اور انہوں نے ان اداروں کو برباد کرکے آج پارلیمنٹ میں ان کا نام سفید ہاتھی رکھ دیا ہے۔ یہ سفید ہاتھی اس پاکستان کے اتنے بڑے سفینے میں سوراخ کر رہے ہیں آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہے، ہم تو 20 سال باہر گزار آئے ہیں اور آپ سب نے تو یہاں ساری عمر گزاری۔ یہ ایک خوبصورت قسم کا دیو ہیکل وجود یہاں قرآن و سنت، اسلام اور غیرت کے میٹر بھرے ہوئے اور ہاتھ میں ایک بہت بڑا ایٹم بم لیے ہوئے کائنات کے نقشے پر کتنے بڑے قیمتی دوشالے پر کھڑا ہوا ہے کہ دنیا اس کی ترقی اور اس کی قیمت اور اس کی اہمیت کو دیکھ کر برداشت ہی نہیں کر رہی ہے۔ اسی لئے یہ ٹکڑا جتنا اہم ہے اس کے دشمن بھی اتنے اہم ہیں۔ جتنے دشمن طاقتور ہیں اتنے دفاع کرنے والے بھی طاقتور بن جائیں گے تو پاکستان دنیا کا سب سے عظیم ملک بن جائے گا۔

(اس موقع پر اراکین نے ڈیسک بجائے)

بجٹ تو خدا بناتا ہے۔ ہم سب نے مل کر متفقہ طور پر خدا اور رسول کو ایک طرف رکھ دیا۔ ہم تقسیم کرنے لگ گئے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ شوکت ترین نے تقسیم کیا، شوکت عزیز نے تقسیم کیا۔ شیخ حفیظ صاحب نے تقسیم کیا۔ ان لوگوں کی خود کی روٹی ڈاکٹروں نے بند کر رکھی ہے۔ اپنے لئے تقسیم نہیں لاسکتے۔ دوسروں کے لئے کیا تقسیم کریں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تقسیم کرتا ہوں۔ قرآن میں خدا فرماتا ہے کہ اگر طاقت ہے تو سینیٹ ممبرز اور آپ چیئرمین صاحب قرآن کو سنیں۔ (عربی) کیا وہ تقسیم کرتے ہیں ہماری رحمتوں کو، ہم نے ہر انسان کی قسمت کو خود تقسیم کیا ہے۔ شیخ حفیظ صاحب ہوں، صدر، وزیراعظم یا ہم سینیٹرز ہوں، ہم تو خود بھکاری ہیں۔ ایک اجلاس کا TA/DA نہ ملے تو پھرتے رہتے ہیں اور سیکرٹری سینیٹ کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہیں کہ TA/DA تو دلوا دو۔ خود بھکاری کسی کو کیا رزق دے گا۔ خداوند قدوس کہتا ہے (عربی) ہم نے پوری کائنات کے ایک ایک کیڑے، ایک ایک انسان اور ایک ایک مخلوق کے لئے رزق تقسیم کیا ہے۔ معیشت کا نام لیا ہے۔ میں ایسے آپ کو اشارے کرکے نہیں بتاتا ہوں۔ (عربی) ان کی زندگی کے، ان کی روٹی کے، ان کے لقمے کے، ان کے کپڑے کے، ان کے پانی کے، ان کے مکان کے، ان کے سانس کے، ان کے روشنی کے اور ان کے انرجی کے، تمام جتنے بھی نصیب تھے ہم نے تقسیم کئے ہیں۔ کوئی اور کیوں کر تقسیم کر سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ملاّ جی آخرت کی بات کر رہے ہیں۔ نہیں، میں تو دنیا کا ملاّ ہوں، مجھ جیسا liberal ملاّ

کوئی نہیں ہے۔ (عربی) کسی کو سینیٹر بنا دیا، کسی کو صدر بنا دیا، کسی کو PPP کا سیکرٹری جنرل بنا دیا، کسی کو بڑے بڑے کارخانوں کا مالک بنا دیا، کسی کو مزدور بنا دیا، کسی کو سردار بنا دیا، کسی کو چیئرمین بنا دیا اور کسی کو باہر کھڑا کر دیا۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ ہماری تقسیم ہے۔ (عربی) یہاں کھانے پینے کے تمام بندوبست ہم نے کئے ہیں۔ یہ قرآن ہے، یہ کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے۔ (عربی) تم کبھی یہ تقسیم نہیں کر سکتے تھے کیونکہ خزانے سارے ہمارے پاس ہیں۔ (عربی) ہم بالکل ایک ایک ملی میٹر کی قدر کو محفوظ کرکے ہر مخلوق کے لئے اس کا رزق ہم خود نازل کرتے ہیں۔ اب بتائیں کہ بجٹ آپ نے بنایا، میں نے بنایا ہے یا اللہ نے بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کافروں کے منہ پر مٹی پھینکی، وہ اندھے ہوگئے، اللہ نے فرمایا (عربی) جب تو نے وہ مٹی پھینکی وہ تو نے نہیں پھینکی (عربی) لیکن اللہ تعالٰی نے وہ مٹی پھینکی۔ اس کی آج کے مولوی کو سمجھ نہیں۔ میری بہن نے کہا کہ یہ مولوی ہے، "بڑی چنگی تبلیغ کردائے"۔ بھئی یہ تبلیغ نہیں ہے، یہ ہم تو قرآن سے سیاست نکال کر دے رہے ہیں۔ اب میں مختصر کرتے ہوئے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: چلیں جی conclude کر لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: میں ختم کرتا ہوں، اتنا enjoy کر رہے ہیں، آپ کہتے ہیں ختم کر لیں۔ "ایڈے خوش بیٹھے نیں کسی دی تقریر تے اینیاں واچھاں پھٹیاں ویکھیاں تسیں۔ غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر"۔ ارے صاحب! دو چار دن مجھے دے دو، ان ساری کتابوں اور جلدوں پر ایک ایک لفظ پر قرآن کی آیات اور احادیث نکال کر نہ دے دوں تو میں پیر محمد سعید شاہ کا بیٹا نہیں۔ قرآن سے آپ کو ثابت کر دیتا ہوں، آپ کہتے ہیں سات سو، آپ سب نے شیخ حفیظ صاحب کو مبارک دی، میں مبارک نہیں دیتا جب تک صحیح عمل نہیں ہوگا۔ جب صحیح عمل ہوگا تو میں ان کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ان کو مبارک دوں گا لیکن مجھے لگتا نہیں، اس لیے کہ سات سو ارب ہر مہینے، ہر سال بڑھتے رہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ماہرین اقتصادیات کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز پر ایک پاؤنڈ کا سود لگتا تو آج امریکہ کے بجٹ جتنا وہ سود ہو جاتا۔ سات سو ارب روپے ہر سال جب ہم قرضہ لیں گے تو ہماری آنے والی پندرہ نسلیں بکی ہوئی پیدا ہوں گی۔ اگر آپ ہم سے مشورہ لیتے، مجھے تو بجٹ کا پتا نہیں ہے لیکن یہ مت بھولیئے کہ اس ملک میں، اس دھرتی پر ساٹھ روپے روز کمانے والا بوڑھا بھی اپنے بجٹ میں توازن پیدا کر کے عزت سے گزارہ کرتا ہے۔ وہ بھی حفیظ شیخ ہوتا ہے، وہ بھی شوکت ترین ہوتا ہے، اپنے محلے میں

غربت کے باوجود۔ دیکھو صحابی مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں، تین پتھر بندھے ہوئے ہیں، روٹی مانگنے کے لیے صحابی آیا، کہا کہ دیکھو کہ تین پتھر ہیں، یا رسول اللہ اتنے بڑے بڑے بادشاہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں پوری دنیا کی جائیدادیں دے دیں گے۔ ساری بیٹیاں اپنی بیاہ دیں گے۔ تھوڑا سا اپنے موقف سے نیچے اتر، غیرت کو تھوڑا سا چھوڑ کر ہمارے ساتھ مل جا، فرمایا اللہ نے منع کیا ہے۔ بھوکا تو مر سکتا ہوں لیکن تمہارے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا سکتا۔ صحابہ ہیں، رنگ پیلا ہے، آنکھیں گری ہوئی ہیں، چلا جاتا نہیں، اٹھا جاتا نہیں، ابوذر غفاری، ابوہریرہ اٹھ نہیں سکتے، حضرت عثمان آئے دیکھتے ہیں کہ پیلا رنگ ہے، کیوں نہیں اٹھ سکتے، آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے، (عربی) کیا ہوا تجھے، تجھ سے تو بولا بھی نہیں جاتا۔ کہا یا رسول اللہ تین دن ہوگئے ہیں، میں نے کھانا نہیں کھایا۔ کہا کہ کسی صحابی کو بتا دیتے، کہا کہ تو نے جو غیرت سکھائی ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ میں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں۔ ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں نے تو یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ جب تک خدا خود میری دعوت نہیں کرے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا چاہے مر کیوں نہ جاؤں۔ حضور نے فرمایا، میرا گھر ہے، میں میزبان ہوں خدا نے تیری دعوت کی ہے۔ اگر آپ ہم سے مشورہ لیتے، ہماری پارٹی سے مشورہ لیتے، ہمارے قائد الطاف حسین بھائی سے مشورہ لیتے، مجھ سے صرف لے لیتے تو میں کہتا کہ چیئرمین صاحب! اپنا بنگلہ مت بنانا، ایسے بنگلے سے موت اچھی جس کے لیے سترہ کروڑ لوگ بددعائیں دیں۔ میں تجھے بھائی بن کر مشورہ دیتا۔ پارلیمنٹ کے head کو بھی یہ مشورہ دیتا۔ میں مشورہ دیتا کہ صدر ہاؤس کو کرایے پر چڑھا دیں، فیصل مسجد میں صدر ہاؤس کھول لو۔ ایک بڑے سے مدرسے پر قبضے کر لو، وہاں وزیراعظم ہاؤس کھول لو۔ دیکھو یہاں دودھ کی نہریں بہتی ہیں یا نہیں بہتیں۔ صرف کرپشن پر قابو پالو وہاں سے پانچ سو ارب کی آمدنی شروع ہو جائے گی۔ حکومت کے فضول اخراجات ختم کر دو، وہاں سے پانچ سو ارب روپے آمدنی شروع ہو جائے گی۔ وڈیروں پر، زراعت پر ٹیکس لگا دو، چھ سو ارب روپے میں آپ کو سالانہ لا کر دوں گا۔ لوٹی ہوئی دولت واپس لے آؤ، دو ہزار ارب آپ کے پاس آجائیں گے۔ لوٹی ہوئی دولتیں واپس لو، 1947 سے اب تک جتنوں نے لوٹی، جتنوں نے قرضے لے کر معاف کروائے، بھائی صاحب دو ہزار ارب روپے ملیں گے۔ میں بھی اسلام آباد میں محل بناؤں گا اور آپ سے بھی کہوں گا کہ آپ بھی بنا لیں۔ سمگلنگ روک دو، ذخیرہ اندوزی روک دو، ٹیکس نادہندگان سے ٹیکس لو انشاء اللہ ارب ہا ارب ہماری آمدنی بڑھ جائے گی۔

(اس مرحلے پر اذان مغرب کی آواز سنائی دی)

جناب چیئرمین: شکریہ پیرزادہ صاحب۔ جی حافظ صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب والا! مغرب کی اذان کو ایوان میں سنایا گیا یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں یہ کہتا ہوں دوسری اذانیں، عصر کی ہے، ظہر کی ہے، جب ہم ہاؤس میں ہوتے ہیں تو دوسری اذانیں بھی ہمیں سنائی جائیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ آپ سے میری request ہے کہ اس پر رولنگ دے دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اس کو ہم دیکھ لیں گے۔

Now, the House stands adjourned to meet again on Tuesday, 15th June, 2010 at 10.30. a.m.

(The House was then adjourned to meet again on Tuesday, 15th June, 2010 at 10.30 p.m.)